

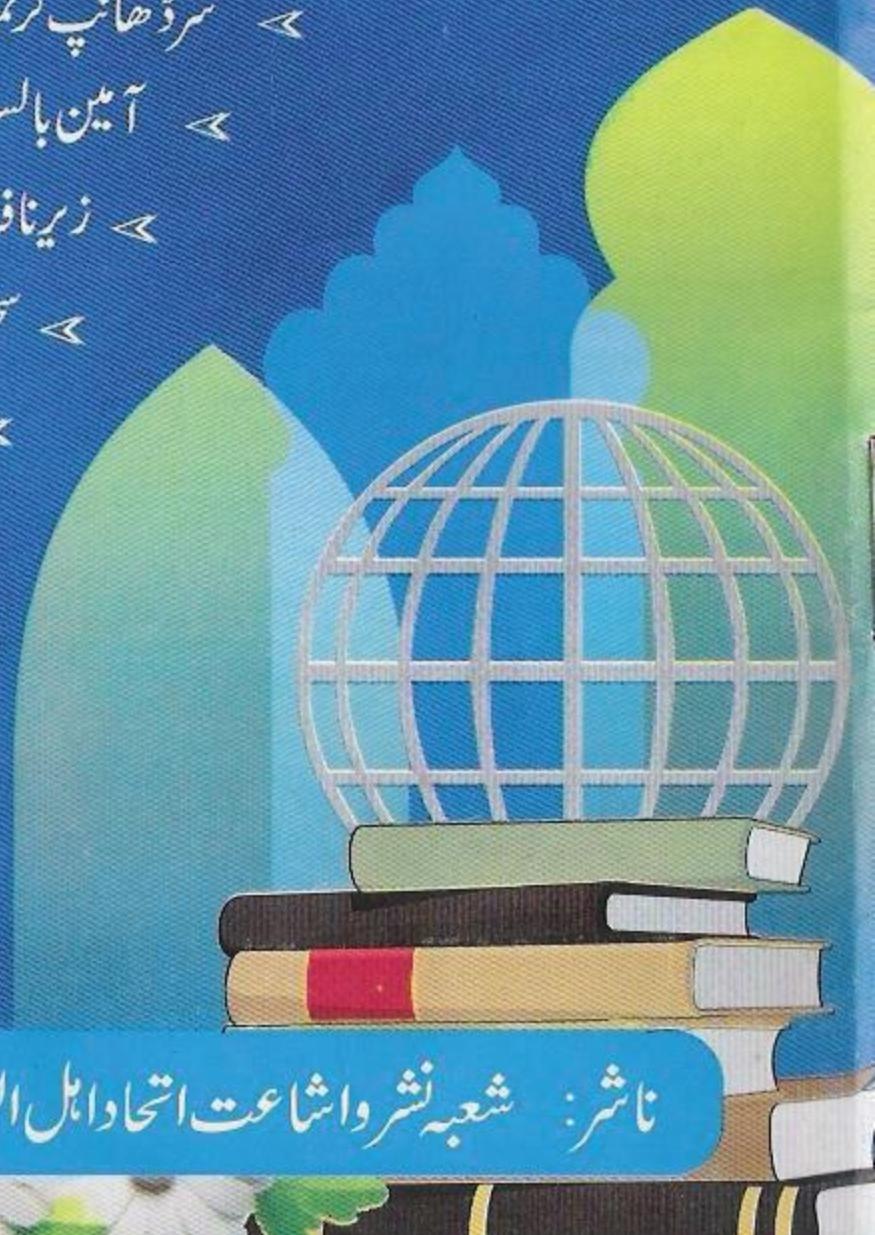
بازہ مسائل

(ریاضی) (۱۲)

(حصہ اول)

سلسلہ مطبوعات نمبر (۱)

- » ترک القراءة خلاف الامام
- » ترک رفع اليدین
- » نماز میں دونوں پاؤں کے درمیان فاصلہ
- » نماز شروع کرتے وقت ہاتھ کا نوں تک اٹھانا
- » سجدہ سے زمین پر ٹیک لگائے بغیر اٹھنا سنت ہے
- » مصالح باليدین
- » سرڈھان پ کر نماز پڑھنا
- » آمین بالسر
- » زیناف ہاتھ باندھنا
- » سجدہ میں جانے کا طریقہ
- » جلسہ استراحت سنت ہے یا نہیں؟
- » التحیات میں بیٹھنے کا سنت طریقہ



ناشر: شعبہ نشر و اشاعت اتحاد اہل السنّت والجماعت (پنجاب)

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

حضرت مولانا ناصر احمد منور دامت برکاتہم

شعبہ نشر و اشاعت اتحاد اہل سنت والجماعت (پنجاب)

فروری 2007ء

محمد عباس بھٹی، عکاظ پرنٹرز، لاہور 042-7574180

اتحاد اہل السنّت والجماعت پاکستان (پنجاب)

مصنف:

باہتمام:

طبعات هفتہ:

کمپوزنگ:

ناشر:

ملنے کا پتہ:

☆ جامعہ حقوقیہ چونگی امر سدھو بازار نزد پیغمبر فیکٹری، لاہور۔

فون: 0322-4003250

☆ مرکز اہل السنّت والجماعت 87 جنوبی لاہور روڈ سرگودھا

فون: 048-3881487

فهرست مضامین

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
4	مقدمہ	
4	غیر مقلدین کے تین اصول	
7	اہل السنۃ والجماعۃ کے چار اصول	
8	پہنچ ضروری امور	
13	غیر مقلدین سے گفتگو کے آداب	
20	دو ہاتھ سے مصانعہ	1
25	سرڑھانپ کرنماز پڑھنا	2
28	نماز میں دونوں پاؤں کے درمیان فاصلہ	3
32	نماز شروع کرتے وقت ہاتھ کا نوں تک اٹھانا	4
35	نماز میں ناف کے بیچے ہاتھ باندھنا	5
38	قراءۃ خلف الامام پر دوام ہے یا ترک	6
49	آمین آہستہ کہنا مسنون ہے	7
52	رفق یہین پر دوام ہے یا ترک	8
55	سجدہ میں جانے کا طریقہ	9
57	جلسہ استراحت سنت ہے یا نہیں	10
60	سجدہ سے زمین پر ٹیک لگائے بغیر اٹھنا سنت ہے	11
62	التحیات میں بیٹھنے کا سنت طریقہ	12



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

مقدمة

بات چیت و یعنی مسئلہ میں ہو یا دینی مسئلہ میں اگر با اصول ہو تو مفید اور نتیجہ خیز ثابت ہوتی ہے اور اگر بے اصول ہو تو غیر مفید، بے نتیجہ اور ضایع وقت اس لئے اہل السنۃ والجماعۃ اور غیر مقلدین کے درمیان نزاکی مسئلہ پر گفتگو کرنے سے قبل مناسب ہے کہ فریقین کے مسلمہ اصول تحریر کر دیئے جائیں تاکہ جب بھی اہل السنۃ والجماعۃ اور غیر مقلدین کسی نزاکی مسئلہ پر زبانی یا تحریری بات چیت کریں تو ہر فریق اپنے ان اصولوں کی پابندی کرے اور ان اصولوں کے اندر رہ کر گفتگو کرے۔

غیر مقلدین کے تین اصول

۱۔ غیر مقلدین کے نزدیک شرعی دلیلیں صرف دو ہیں:

(۱) قرآن (۲) حدیث تیسری کوئی دلیل نہیں۔ ان کا دعویٰ اور نظر ہے اہل حدیث کے دو اصول فرمان خدا فرمان رسول۔ غیر مقلدین حضرات کے پیشوامولا نا محمد جونا گڑھی لکھتے ہیں۔ ”برادران! آپکے دو ہاتھ ہیں اور ان دونوں میں دو چیزیں شریعت نے دی ہیں۔ ایک میں کلام اللہ اور دوسرے میں کلام رسول اللہ..... اب نہ تیسرا ہاتھ ہے نہ تیسری چیز“

(طریق محمدی ص 19 طبع لاہور)

۲۔ غیر مقلدین کے نزدیک نبی ہو یا امتی کسی کی رائے و قیاس جحت و معتبر نہیں غیر مقلدین کے پیشواجنا ب مولا نا محمد جونا گڑھی لکھتے ہیں ”سنئے جناب! بزرگوں کی مجتہدوں کی اور اماموں کی رائے، قیاس، اجتہاد و استنباط اور ان کے اقوال تو کہاں؟ شریعت اسلام میں تو خود پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم بھی اپنی طرف سے بغیر وحی کے کچھ فرمائیں تو وہ جحت نہیں“ (طریق محمدی ص 57 طبع لاہور) اور غیر مقلد عالم محمد ابو الحسن صاحب لکھتے ہیں ”قیاس نہ کیا کرو کیونکہ سب

سے پہلے شیطان نے قیاس کیا،” (الظفر لمبین ص 14)

۳۔ غیر مقلدین کے نزدیک امتيوں کی تقلید شرک ہے۔ غیر مقلدین کے عظیم محقق مولانا محمد ابو الحسن لکھتے ہیں ”اور اس بات میں کچھ بھی شک نہیں کہ تقلید خواہ آئندہ اربعہ میں سے کسی کی ہو خواہ ان کے سوا کسی اور کی شرک ہے۔“ (الظفر لمبین ص 20)

نیز غیر مقلدین حضرات کے پیشوام مولانا محمد جو ناگرڈھی سوال و جواب کے عنوان سے ایک مسئلہ لکھتے ہیں ملاحظہ کیجئے۔

(سوال ۲۰) کیا یہ صحیح ہے کہ جس وہابی (غیر مقلد) کا باپ حقی ہو کر مراودہ یہ دعا نہ پڑھے رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَلَوَ الدَّئِ (جواب) مشرکین کیلئے دعا مغفرت ناجائز ہے۔ (سراج محمدی ۷۴ طبع لاہور) اور اسی سراج محمدی کے ص ۱۲ پر نمایاں سرخی قائم کی ہے۔ ”تقلید شرک ہے“ غیر مقلد محقق مولانا محمد ابو الحسن صاحب تقلید کی تعریف یوں لکھتے ہیں۔ تقلید کے معنی یہ ہیں کہ بغیر دلیل کے کسی کے حکم کو مان لینا اور یہ دریافت نہ کرنا کہ یہ حکم خدا اور اسکے پیغمبر کی طرف سے بھی ہے یا نہیں۔ (الظفر لمبین ص ۱۵)

فائدہ نمبر ۱: چونکہ غیر مقلدین حضرات اپنے ان مذکورہ بالا تینوں اصولوں کا بر ملا اعلان و اظہار کرتے رہتے ہیں۔ اس لئے ان اصولوں کو ثابت کرنے کے لئے کتب غیر مقلدین کے حوالہ جات کی چند اس ضرورت نہ تھی۔ تاہم اپنی بات کو پختہ کرنے کے لئے ہم نے بطور مشتمل نمونہ از خروارے۔ ان کی چند معتبر کتابوں کے حوالے تحریر کر دئے ہیں۔ ۲۹ مارچ ۱۹۳۷ء کو غیر مقلدین حضرات نے آل ائمہ اہل حدیث کا فرنس منعقد کی۔ جس میں مولانا ابو یحییٰ امام خان نو شہروی نے اہل حدیث کی علمی خدمات پر مشتمل ایک تفصیلی مقالہ پیش کیا جو پہلے ہندوستان میں پھر بعد از تقسیم پاکستان میں ”ہندوستان میں اہل حدیث کی علمی خدمات“ کے نام سے خود اہل حدیث حضرات نے شائع کیا اس کتاب میں جن کتب کی فہرست پیش کی گئی ہے۔ وہ انکی معتبر جماعتی کتب ہیں اور جماعتی عقائد و مسائل کی حامل ہیں ورنہ یہ حضرات ان کتابوں کو اہل حدیث کی علمی خدمات میں شمارہ کرتے ہم نے جن کتب کا اوپر حوالہ دیا ہے

ان میں سے الظفر الحبین کا ہندوستان میں اہل حدیث کی علمی خدمات کے حصہ ۲۰ پر اور طریق محمدی کا حصہ ۲۷ اور سراج محمدی کا حصہ ۱۹ پر اندرجات ہے۔

فائدہ نمبر ۲: چونکہ غیر مقلدین کے نزدیک امتی کی تقلیدی شرک ہے اور قیاس کرنا شیطان کا کام ہے۔ لہذا غیر مقلدین حضرات اپنے ان اصولوں کی پابندی کرتے ہوئے راویوں کی بحث میں حدیث کے ضعف و صحت میں حدیث کی وضاحت و تشریح میں کسی امتی کا قول اور اس کی رائے پیش نہ کر سکیں گے۔ نیز قرآن کی آیت اور حدیث کا صرف ترجمہ کریں گے۔ وضاحت کے بہانے اس میں اپنی رائے شامل نہ کر سکیں گے۔ جب وہ حدیث کا ترجمہ کر کے اپنا مطلب کشید کرنے کے لئے اپنی تقریر شروع کر دیں تو حقیقت میں وہ انگلی اپنی رائے ہوتی ہے۔ لیکن یہ لوگ اپنی رائے کا نام حدیث رکھ دیتے ہیں مثلاً لا صلوة لمن لم یقرأ بفاتحة الكتاب (بخاری ج ۱۰۳ ص ۱۰۲) کے بارے میں امام احمد اور سفیان بن عینیہ کی رائے یہ ہے کہ یہ حدیث منفرد کے بارے میں ہے یعنی منفرد کی نماز فاتحہ کے بغیر نہیں ہوتی لیکن غیر مقلدین کے نزدیک حدیث میں لفظ من عام ہے۔ مقتدی منفرد امام سب کو شامل ہے یہ انگلی رائے ہے اس عموم کی اللہ نے صراحة کی ہے نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لیکن وہ اس کو حدیث کا نام دے دیتے ہیں۔ اس لئے جب وہ امتی کا قول پیش کریں۔ یا امتی کی رائے پیش کریں یا اپنی رائے شامل کریں تو پہلے ان سے تقلیدی شرک اور قیاس والی شیطانیت سے توبہ کرائیں پھر آگے بات چلائیں۔



اہل السنّت والجماعت کے چار اصول

اہل السنّت والجماعت حنفی ہوں یا شافعی، حنبلی ہوں یا مالکی، سب کے نزدیک شرعی احکامات ثابت کرنے کے لیے چار دلیلیں ہیں۔ کتاب اللہ، سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم، اجماع امت، قیاس شرعی یعنی شریعت کے بعض احکام کتاب اللہ سے ثابت ہیں۔ بعض سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے بعض اجماع سے جبکہ بعض قیاس شرعی سے ثابت ہوتے ہیں۔ قیاس شرعی کا مطلب ہے کہ کتاب و سنت میں مذکور حکم یا اجماعی حکم کے ضمن میں مخفی و مستور قاعدہ کلیہ کو تلاش کر کے غیر منصوص مسئلہ کو اس قاعدہ کلیہ کے ذریعے حل کرنا اور اس کا حکم شرعی معلوم کرنا مثلاً حدیث پاک میں ہے کہ کھانے میں اگر کھی گر جائے تو غوطہ دے کر اس کو نکال دو اور کھانا کھالو۔ اگر کھانے میں مکوڑا، بھڑ، بڑی، مچھر، جگنو، وغیرہ گر جائیں تو کیا حکم ہے؟ چونکہ ان چیزوں کا حکم صراحتاً نہ کتاب و سنت میں ہے نہ اجماع سے ثابت ہے اس لئے امام اعظم ابوحنیفہ نے قیاس شرعی کے ذریعے ان کا حکم بتایا ہے۔ اس طور پر کہ انہوں نے کھی کے بارے میں جو حکم منصوص ہے اس کے اندر غور کیا تو ان کو اس منصوص حکم کے ضمن میں ایک مخفی قاعدہ کلیہ مل گیا وہ یہ کہ کھی کی وجہ سے کھانا اس لئے حرام و ناپاک نہیں ہوتا کہ اس کی رگوں میں گردش کرنے والا خون موجود نہیں لہذا اتمام ایسی چیزیں جنکی رگوں میں گردش کرنے والا خون نہیں ان کا حکم بھی کھی والا ہو گا۔ یعنی انکو نکال دو اور کھانے پینے کی چیزیں کھانی لو۔ لیکن غوطہ دیکر انکا لانا کھی کی خصوصیت ہے کیونکہ حدیث شریف میں ہے کہ اس کے ایک پر میں بیماری ہے دوسرے میں شفاء وہ گرتی ہے تو ہمیشہ بیماری والا پر پہلے ڈبوتی ہے لہذا انکا لانے سے پہلے اس کو غوطہ دے دیا جائے تاکہ شفاء والا پر بھی ڈوب جائے جبکہ اس نوع کی باقی چیزوں میں یہ بات نہیں ہے اس لئے انکو غوطہ دینے کی ضرورت نہیں سو قیاس شرعی سے مراد چنض قیاس آرائی نہیں جیسا کہ غیر مقلدین حضرات نے سمجھ رکھا ہے۔ اور اپنی اس کوتاہ فہمی یا کچھ فہمی کی بناء پر لوگوں کو قیاس کے حوالے سے مجتہدین و فقهاء سے تنفس کرنے کی روشن اپنارکھی ہے۔

چند ضروری امور

امراوں: اہل السنۃ وجماعت بلکہ تمام عقلاء کے نزدیک ہر فن میں اس فن کے ماہرین کی رائے معتبر ہوتی ہے۔ مثلاً ذاکثری مسئلہ میں ذاکثر کی، انجینئر نگ کے مسئلہ میں انجینئر کی، زراعت کے مسئلہ میں ماہر زراعت کی، گرامر میں ماہرین صرف ونحو کی، لغت میں ماہرین لغت کی رائے معتبر ہو گی اور احادیث کی صحت و ضعف میں علم حدیث کے ماہرین کی رائے کا اعتبار ہو گا البتہ یہ بحث بھی اور یاد رکھنی چاہئے کہ حدیث کی صحت و ضعف کی دو قسمیں ہیں:

(۱) صحت و ضعف بحسب السند (۲) صحت و ضعف بحسب العمل یعنی جو حدیث معمول ہے وہ صحیح ہے اور جو حدیث متروک وغیر معمول ہے وہ ضعیف ہے اسی معنی میں امام اعظم ابو حنفیہ نے امام اوزاعی کے ساتھ رفع یہ دین کے مناظرہ میں حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کی حدیث کو ضعیف کہا تھا اور امام مالکؓ نے رفع یہ دین کی تمام حدیثوں کو ضعیف کہا ہے۔ (المدونۃ الکبری ج ۱ ص ۱۷) ورنہ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کی حدیث سند اب بالکل صحیح بلکہ اصح الاصانید ہے۔ ان دو قسموں کو یوں تعبیر کیا جاسکتا ہے صحت و ضعف اسنادی اور صحت و ضعف واقعی۔ اسی طرح ماہرین علم حدیث کی بھی دو قسمیں ہیں محدثین اور مجتهدین۔ محدثین کی مہارت اور ان کی تحقیق کا دائرہ حدیث کی اسناد اور الفاظ تک محدود ہے یعنی وہ رواۃ حدیث کے تاریخی حالات کی روشنی میں اپنے اجتہاد سے سند کا درجہ متعین کرتے ہیں کہ یہ سند موضوع ہے یا غیر موضوع صحیح ہے یا غیر صحیح؟ پھر غیر صحیح ہو کر حسن ہے یا ضعیف؟ صحت کس درجہ کی ہے اور ضعف کس درجہ کا ہے اسی طرح بعض دفعہ محدث مختلف سندوں کے ساتھ روایت کردہ حدیث میں الفاظ حدیث کے اختلاف و فرق کو بھی بیان کرتا ہے کہ فلاں راوی کی حدیث میں یہ لفظ ہے اور فلاں راوی کی حدیث میں یہ لفظ ہے۔ جبکہ مجتهدین کی تحقیق کا دائرہ اس سے وسیع تر ہے وہ پانچ امور کی تحقیق کرتے ہیں:

۱۔ ثبوت و عدم ثبوت یعنی بنیادی طور پر یہ حدیث ثابت ہے یا نہیں۔

۲۔ احادیث کے معانی کی تشریح و توضیح۔

۳۔ حدیث معمول بہ ہے یا غیر معمول بہ؟ درجہ عمل میں متذکر ہے یا غیر متذکر۔

۴۔ حدیث سے ثابت شدہ حکم کی شرعی حیثیت کا تعین یعنی وہ فرض ہے یا واجب؟ سنت ہے یا مستحب؟ مباح ہے یا مکروہ؟ مکروہ تنزیہ ہی ہے یا مکروہ تحریکی؟ یا حرام؟

۵۔ اس حدیث سے متعارض دوسری احادیث کے تعارض و تضاد کو دور کرنا ان امور خصہ کی تحقیق کے لئے ہر مجتہد کے اپنے اصول ہیں ہمارے امام و مجتہد سیدنا امام اعظم ابوحنفیہ نے ان امور کی تحقیق کیلئے اسناد کے ساتھ آثار صحابہ کو بھی بنیاد بنا�ا ہے البتہ آثار صحابہ نہ ملنے کی صورت میں انہوں نے کتاب و سنت سے ماخوذ اپنے اجتہادی اصولوں سے اور خداداد فقاہت فقہی مہارت اور نہایت اعلیٰ درجہ کی اجتہادی صلاحیت سے بھی کام لیا ہے پھر امام اعظم کے تلامذہ اور ما بعد کے دیگر فقهاء حفیہ نے آثار تابعین و تبع تابعین کو بھی شامل کر لیا ہے پس امام اعظم اور ان کے ارشد تلامذہ امام ابو یوسف اور امام محمد وغیرہ کی تحقیق کے مطابق شرعی احکامات سے متعلق جو معمول بہا احادیث تھیں اور ان سے جو احکامات شرعیہ ثابت ہوتے تھے ان احکامات کو انہوں نے حسن ترتیب کیسا تھا کتاب الطہارۃ سے لیکر کتاب المیراث تک ابواب وارجع کر دیا ہے احکامات شرعیہ کے اسی مجموعہ کو فقهہ کہا جاتا ہے۔

امر دوم: احادیث کی صحت و ضعف کے بارے میں ہمارا اصول یہ ہے کہ امام اعظم ابوحنفیہ اور ان کے تلامذہ حضرات نے آثار صحابہ اور آثار تابعین و تبع تابعین اور عملی تواتر کی روشنی و رہنمائی میں اپنے اجتہادی اصولوں کے تحت جن جن احادیث کے معمول بہ وقوع ہونے کا فیصلہ فقہی مسائل کی صورت میں دیا ہے ہمارے نزدیک وہی صحیح ہیں اگرچہ محدثین ان کو سند کے اعتبار سے ضعیف لکھ دیں اور جن حدیثوں کو ان حضرات نے غیر معمول بہا قرار دیا ہے۔ وہ ہمارے نزدیک ضعیف ہیں اگرچہ محدثین انکو سند اور صحیح قرار دیں سوال یہ ہے کہ پھر محدثین کی تحقیق سند کا کیا فائدہ؟ اس کا جواب یہ ہے تاکہ کذاب اور وضاع لوگوں کو جھوٹی من گھڑت حدیثیں بنانے کی جراءت نہ ہو پس تحقیق سند کا خوف ان کے راستہ میں بڑی

رکاوٹ ہے چنانچہ عبد اللہ بن مبارکؓ فرماتے ہیں اگر تحقیق سند کا سلسلہ نہ ہوتا تو جو آدمی جو کچھ چاہتا وہ کہہ ڈالتا (مسلم ص ۱۲) حدیث کے صحت و ضعف کے بارے میں مجتہدین و فقہاء کے فیصلہ کو ترجیح دینے اور مقدم سمجھنے کی چند وجہ ہیں:

۱۔ ہر شعبہ سے متعلق مسئلہ میں اس شعبہ کے ماہرین کا فیصلہ زیادہ وزن رکھتا ہے۔ محدثین کا شعبہ تحقیق سند ہے۔ جبکہ مجتہدین و فقہاء کا شعبہ تحقیق عمل ہے یعنی یہ فیصلہ کرنا کہ یہ حدیث معمول ہے یا نہیں؟ یہ حدیث زیر عمل آسکتی ہے یا نہیں؟ مجتہدین کا کام ہے لہذا سند کی صحت و ضعف میں محدثین کا فیصلہ معتبر ہوگا۔ لیکن حدیث معمول ہے یا نہیں؟ یعنی معیار عمل کے اعتبار سے حدیث صحیح ہے یا ضعیف اس کے متعلق مجتہدین و فقہاء کا فیصلہ معتبر ہوگا۔

۲۔ استاد کی تحقیق کے باوجود عمل بالحدیث کے لئے خود محدثین نے بھی مجتہدین و فقہاء کے فیصلہ کے سامنے سر تسلیم خرم کیا ہے چنانچہ ہر محدث آئندہ اربعہ میں سے کسی نہ کسی امام کا مقلد ہے۔ جیسا کہ غیر مقلد علامہ نواب صدیق حسن خان نے اپنی کتاب الحطہ فی ذکر صحاح ستہ میں مندرجہ ذیل محدثین کی فقہی و تقلیدی نسبت کی صراحت کی ہے ’ملاحظہ فرمائیے، امام بخاریؓ شافعی ص ۲۸۱، امام مسلم شافعی ص ۲۲۸، امام نسائی شافعی ص ۲۹۳، امام ابو داؤد حنبلی و قیل شافعی ص ۲۸۸، شیخ جیلانی حنبلی ص ۱۳۰۰، ابن تیمیہ حنبلی ص ۱۶۸، ابن قیم حنبلی ص ۱۶۸، محمد بن عبد الوہاب حنبلی ص ۷۱، صاحب مشکوٰۃ شافعی ص ۱۳۵، خطابی، نووی، بغوی، شافعی ص ۱۳۵، امام طحاوی حنفی ص ۱۳۵، امام ابن عبد البر مالکی ص ۱۳۵، شیخ عبدالحق، خاندان ولی اللہ حنفی ص ۱۶۰، ابن بطال مالکی ص ۲۱۳، علامہ حنفی ص ۲۱۳، علامہ شمس الدین ابو عبد اللہ محمد بن عبد الداہم شافعی ص ۲۱۵، علامہ بدالدین عینی حنفی ص ۲۱۶، علامہ زکشی شافعی ص ۷۲۱، قاضی محبت الدین احمد حنبلی ص ۲۱۸، حافظ ابن رجب حنبلی ص ۲۱۹، علامہ بلقینی شافعی ص ۲۱۹، علامہ ابن مرزووق مالکی ص ۲۲۰، جلال الدین الکبری شافعی ص ۲۲۰، علامہ قسطلانی شافعی ص ۱۲۲، ابن عربی مالکی ص ۲۲۲۔

۳۔ محدثین کا سند کے اعتبار سے کسی حدیث کے صحیح یا ضعیف ہونے کا فیصلہ اجتہادی

ہوتا ہے۔ جسکی بنیاد رواۃ کے تاریخی حالات ہوتے ہیں اور مجتہدین کا عمل بالحدیث کے اعتبار سے حدیث کے ضعف یا صحت کا فیصلہ بھی اجتہادی ہوتا ہے۔ لیکن اس کی بنیاد آثار صحابہ اور آثار تابعین و تابع تابعین ہوتے ہیں دیکھ لیجئے کس کے فیصلے کی بنیاد مضبوط ہے لیکن عجیب بات ہے کہ غیر مقلدین حدیث کے صحت و ضعف اور رواۃ کے ثقہ و ضعیف ہونے کے متعلق محمد شین کے اجتہادی فیصلہ کی تقلید کرتے ہیں مگر حدیث کی تشرع اور حدیث کے معمول بہ ہونے یا نہ ہونے میں فقهاء کے اجتہادی فیصلے کو قبول نہیں کرتے بلکہ قبول کرنے والوں کو مشرک کہتے ہیں اور قبول کرنا تقلیدی شرک ہے۔

۳۔ خود محمد شین کو اعتراف ہے کہ جس حدیث کو محمد شین نے صحیح قرار دیا ہے۔ ضروری نہیں کہ وہ نفس الامر میں بھی صحیح ہو اور جس حدیث کو انہوں نے غیر صحیح قرار دیا ہے۔ ضروری نہیں کہ وہ نفس الامر میں اسی طرح ہو کیونکہ بعض دفعہ وہ حدیث نفس الامر میں صحیح اور سچی ہوتی ہے۔

(مقدمہ ابن الصلاح ص ۸)

۵۔ پھر ہمارے امام اعظم ابوحنیفہ نے جن حدیثوں کو صحیح و معمول بہ قرار دیا ہے۔ وہ ان کے زمانے تک سند کے اعتبار سے بالکل صحیح تھیں ان کے زمانہ کے بعد اگر نیچے آکر ان میں سے بعض احادیث کی سندوں میں ضعف پیدا ہو گیا ہو تو اس بعد والے ضعف کی وجہ سے امام اعظم کا مسئلہ اور حدیث کی صحت کا فیصلہ متاثر نہ ہوگا۔ اور ہمارا اعتماد امام اعظم کے فیصلہ پر ہے۔ پس یہ بعد والا ضعف ہمارے نزدیک کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ اور نہ ہی ہمیں اس کا جواب دینے کی ضرورت ہے۔

امر سوم: غیر مجتہدین کے لئے اجتہادی مسئلہ میں اس مجتہد کی تقلید واجب ہے جو ان کے نزدیک باقی مجتہدین کے مقابلہ میں زیادہ ماہر ہے اور اس کے اجتہاد میں نسبتاً باقیوں کے درستی غالب ہے خواہ یہ اجتہادی مسئلہ حدیث کے ضعف و صحت کا ہو یا نماز روزہ وغیرہ کا شرعی مسئلہ ہو یا احادیث کے معانی کی تشرع ہو اور غیر مجتہدین کو نہ مجتہدین کی تحقیق پر اعتراض کرنے کا حق ہے اور نہ ہی ان کو مجتہدین کے مقابلہ میں جاہلانہ اجتہاد کی اجازت ہے بغیر

اہلیت اجتہاد کے دعویٰ اجتہاد کوئی پاگل ہی کر سکتا ہے۔ نہ کہ عقل مند!

امر چہارم: اجتہادی مسائل شرعیہ کی تین قسمیں ہیں:

۱۔ وہ مسائل جو کتاب و سنت میں مذکور نہیں جیسے مکوڑا، مچھر، بھڑ وغیرہ کھانے میں گر جائے تو کیا حکم ہے؟ انتقال خون، اعضاء کی پیوند کاری، ٹیلی فون کے ذریعے نکاح روزے میں انجکشن وغیرہ۔

۲۔ وہ مسائل جن کے ادلہ متعارض ہیں جیسے رفع یہ دین، قراءۃ خلف الامام وغیرہ مسائل میں اثبات وفی کی حدیثیں موجود ہیں اور محمد شین نے کتب حدیث میں دونوں قسم کے باب قائم کر کے دونوں طرح کی حدیثیں نقل کی ہیں۔

۳۔ وہ مسائل جن کے ادلہ میں تعارض نہیں لیکن معنی کے اعتبار سے ان میں کئی اختلافات ہیں مثلاً قرآن کریم میں ہے۔ ﴿وَالْمُطلَقُتُ يَتَرَبَّصُنَ بِأَنفُسِهِنَ ثَلَاثَةُ قُرُوءُهُ﴾ قروع جمع ہے قراؤ کی قراءہ کا معنی لغت میں حیض بھی ہے اور طہر بھی امام شافعیؓ نے طہر والا معنی مراد لیا ہے۔ یعنی مطلقہ عورتیں تین طہر عدت گزاریں جبکہ امام عظیمؓ نے حیض والا معنی مراد لیا ہے یعنی مطلقہ عورتیں تین حیض عدت گزاریں۔ غیر مجتہدین کے لئے ضروری ہے کہ وہ مسائل اجتہادیہ کی تینوں قسموں میں اس مجتہد کے اجتہاد کی تقلید کریں جو انکے نزدیک کتاب و سنت کا زیادہ ماہر ہے۔ اور اس کے اجتہاد میں نسبتاً باقی مجتہدین کے درستی غالب ہے اسکے علاوہ ان کے لئے عمل کرنیکا کوئی دوسرا طریقہ نہ عقلائی جائز ہے نہ شرعاً!



غیر مقلدین سے گفتگو کے آداب

غیر مقلدین سے گفتگو کیلئے چند آداب ہیں:

۱۔ چونکہ غیر مقلدین - امام عظم ابوحنیفہ اور دیگر فقہاء کے بارے میں نہایت گستاخانہ اور مخا صمانہ انداز اختیار کرتے ہیں۔ جس کے رو عمل میں غصہ آجانا غیر فطری نہیں ہے۔ لیکن غیر مقلدین بعد میں پروپیگنڈا کرتے ہیں کہ ہم تو مسئلہ سمجھنا چاہتے ہیں اور سنی غصہ ہو جاتے ہیں۔ لڑنے لگ جاتے ہیں۔ اس لیے سنبھال کو چاہیے کہ وہ اپنے اندر رضبوط پیدا کریں اور گفتگو کے دوران حلم اور وقار والی اپنی شان قائم رکھیں تاکہ آپکے وقار میں فرق نہ آئے اور غیر مقلدین آپ کے خلاف غلط پروپیگنڈا نہ کر سکیں۔

۲۔ گفتگو سے قبل رسالہ ﷺ میں ہر مسئلہ کے اندر جوان کا عمل و موقف لکھا گیا ہے ان کو اس کا پابند کیا جائے کہ موقف طے کیے بغیر بات کرنا تصحیح اوقات اور بے فائدہ ہے۔ اور اگر وہ اس کا انکار کریں تو ان سے عمل و موقف کے غلط ہونے پر تحریر لیں اور مستخط کرائیں۔ پھر اس کے غلط ہونے پر صحیح صریح مرفوع حدیث پیش کریں۔ اور متبادل صحیح موقف اور اپنا عمل تحریر کریں جب تک یہ مرحلہ طے نہ ہو جائے آگے بات نہ چلا میں۔ اور اگر وہ اس عمل و موقف کو غلط لکھیں نہ اس کے غلط ہونے پر حدیث پیش کریں۔ تو پھر اس عمل و موقف کے صحیح ہونے پر صحیح صریح مرفوع متصل حدیث پیش کریں۔

۳۔ غیر مقلدین کی عادت ہے کہ وہ ایک بات پر قائم نہیں رہتے پہلے وہ ایک مسئلہ شروع کریں گے جب وہ اس کے کسی مرحلہ میں پھنس جائیں گے تو اس کو چھوڑ کر دوسرا مسئلہ شروع کر دیں گے لیکن آپ اس کو دوسرے مسئلہ کی طرف ہرگز نہ جانے دیں جب تک پہلا مسئلہ طے نہ ہو جائے اس وقت تک دوسرا مسئلہ ہرگز شروع نہ کریں اور اگر وہ شروع کرہی دیں تو آپ ان کے پچھے نہ چلیں بلکہ ان کو اسی پہلے مسئلہ کی طرف ٹھیک کر لے آئیں۔

۴۔ بے علم یا کم علم آدمی دلائل پیش کرنے کی بجائے سورج مچا کر آواز اوپنجی کر کے تیز تیز بول کر غالب آنے کی کوشش کرتا ہے اور اکثر غیر متعلقہ باتیں کرتا ہے۔ یہی عادت غیر مقلدین کی ہے اس لیے غیر مقلد جتنا شور مچائے آپ حلم و وقار کے ساتھ سنتے رہیں جب وہ

خاموش ہو تو زیر بحث موضوع پر آپ بات کریں اور وقت ضائع کرنے پر اس کو تنبیہ کریں۔ اور اس کی غیر متعلقہ باتوں کے جواب کے درپے نہ ہوں۔ اور اگر خاموش نہ ہو تو اس کے ساتھ وقت طے کر لیں کہ فریقین میں سے ہر ایک پانچ پانچ منٹ بات کریگا۔ اس ترتیب سے زیر غور مسئلہ پر بحث کو مکمل کریں۔

۵۔ دانشمندوں کا قول ہے عالم کو قاتل کرو دلیل سے اور جاہل کو قاتل کرو سوال سے۔ دراصل عالم میں علم و شعور اور ذہنی وسعت ہوتی ہے۔ وہ دلائل کو سننے گا غور کریگا تو مان جائیگا۔ بشرطیکہ مخلص ہو جبکہ جاہل آدمی شعور و آگہی سے خالی ہوتا ہے۔ اس میں دلائل کو سمجھنے اور سمجھ کر سوچنے کی صلاحیت نہیں ہوتی اس لیے بہتر یہ ہے کہ اس پر سوال کیا جائے تاکہ وہ اپنے آپ کو عاجز پا کر بات مان لے۔ چونکہ آجکل اکثر غیر مقلدین جاہل ہیں۔ لیکن چند اردو سالے پڑھکر انہوں نے عالم ہونے کا روپ دھارا ہوا ہے۔ اور جو چند غیر مقلدین کچھ علم پڑھے ہوئے ہیں۔ وہ بوجہ ضد و تعصب جاہلوں کی روشن اختیار کر چکے ہیں اس لیے اب غیر مقلد عالم ہو یا غیر عالم سب کو قاتل کرنے کے لئے ضروری ہے کہ سوالات کا طریقہ کار اختیار کیا جائے اور سوالات وہ کیے جائیں جو کتاب و سنت میں صراحتاً مذکورہ نہ ہوں مگر پیش آتے رہتے ہوں۔ احرار کے رسائل "خدا کے واسطے مجھے اہل حدیث بنالو، اور اشتہار" میں "الحمدیث کیوں نہیں ہوا" میں لا جواب سوال ہیں اور حضرت مولانا محمد امین صدر دامت برکاتہم کے مضافیں کے مجموعہ "تجلیات صدر" میں سینکڑوں سوالات موجود ہیں۔ غیر مقلدین کے ڈھول کا پول کھولنے کے لیے یہ بہترین طریقہ ہے۔

۶۔ اگر کوئی آدمی خالی الذہن ہو یا مترد ہو تو اس کو اپنا موقف خوب دلائل اور وضاحت کے ساتھ سمجھائیں اور غیر مقلدین کے دھوکے بھی بتائیں اور غیر مقلدین کا عمل و موقف اس کو سمجھائیں اور تحریر بھی کر دیں اور اس کو بتا دیں کہ اگر غیر مقلد کے ساتھ اس کی بات ہو تو وہ اس موقف پر ان سے حدیث تحریر کرائے۔ اور اگر کوئی پکا غیر مقلد مسئلہ سمجھنا چاہے تو اس کی مثال جلی روٹی کی طرح ہے اس کاٹھیک ہونا مشکل ہے۔ کہ اس کے دل میں علماء اور اہل اللہ کی تحقیر اور گستاخی آچکی ہے۔ اس لیے اس کے ساتھ بحث کرنے اور اس کو زبانی سمجھانے سے زیادہ موثر طریقہ یہ ہے کہ اس کو اپنی ایک مضبوط دلیل تحریر کر دیں۔ اور

ان کا موقف عمل لکھ کر اس پر ان سے صحیح صریح مرفوع حدیث کا مطالبہ کریں اور ساتھ نوٹ لکھ دیں۔

(نوٹ) غیر مقلدین اہل سنت والجماعت کی دلیل کا ضعف اور اپنی حدیث کی صحت امتنیوں کے اقوال و آراء کی تقلید کئے بغیر ثابت کریں گے۔ کیونکہ ان کے نزدیک امتنیوں کی تقلید شرک ہے لہذا وہ امتنیوں کے اقوال کی تقلید کر کے شرک ہونے سے بچیں گے۔

غیر مقلدین کو گفتگو کے دوران اپنے مذکورہ بالاتین اصولوں کا پابند کیا جائے اور جہاں وہ کسی امتی کا قول پیش کریں یا قیاس درائے چلا میں تو اس کو منع کر دیں کہ وہ اپنے اصول کے مطابق اس شرک و شیطنت سے باز رہیں۔ ان کو اپنے اصولوں سے ہرگز مخترف نہ ہونے دیا جائے۔ یعنی گفتگو میں صرف قرآن و حدیث پڑھتا جائے اور ترجمہ کرتا جائے نہ امتی کا قول پیش کرے نہ رائے اور نہ ہی اپنی رائے قرآن و حدیث میں شامل کرے۔ غیر مقلدین کی عادت ہے کہ وہ اپنی رائے کو بھی قرآن و حدیث کا عنوان دیتے ہیں۔ ایسی صورت میں آپ ان کی رائے کا غذ پر لکھ کر ان سے مطالبہ کریں کہ وہ ایسی صریح آیت یا صحیح صریح مرفوع حدیث پیش کریں جس کا ترجمہ وہی ہو جو انہوں نے کہا اور وہ کاغذ پر لکھا ہوا ہے۔ اور اس میں بھی تمہاری اپنی یا کسی دوسرے امتی کی رائے شامل نہ ہو۔

مثال نمبر 1: میں نے ایک غیر مقلد مولوی صاحب کو کہا کہ آپ حدیث کی تعریف کریں۔ اس نے تعریف یوں کی حدیث نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے قول و فعل اور تقریر (یعنی کسی دوسرے آدمی کے کام پر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا خاموش رہنا) کو کہتے ہیں۔ میں نے ان سے کہا آپ قرآن کی کوئی آیت یا حدیث پڑھیں جس کا ترجمہ یہی ہو وہ کہنے لگے ایسی کوئی آیت یا حدیث نہیں! میں نے پوچھا آپ نے تعریف کیسے کی؟ وہ کہنے لگے محدثین نے یہی تعریف کی ہے میں نے کہا تعریف میں آپ نے محدثین کی تقلید کی ہے۔ لہذا آپ وہ حدیث پڑھیں جس میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہو کہ فقهاء و مجتهدین کی تقلید شرک ہے۔ محدثین کی تقلید شرک نہیں! وہ کہنے لگا ایسی کوئی حدیث نہیں! میں نے کہا اگر ایسی کوئی حدیث نہیں تو آپ نے یقیناً اس تعریف میں محدثین کی تقلید کی ہے اور چونکہ تقلید تمہارے نزدیک شرک ہے اس لیے آپ کو اس شرک سے توبہ بھی کرنی چاہیے

اور تجدید نکاح بھی کرنا چاہیے۔

مثال نمبر 2: ایک غیر مقلد مناظر سے مطالبه کیا گیا کہ وہ سنت کی تعریف کریں۔ وہ صاحب کہنے لگے سنت اور حدیث ایک چیز ہے میں نے یہ الفاظ کا غذ پر لکھ لیے اور مناظر صاحب سے کہا کہ آپ کوئی قرآن کی آیت یا حدیث پڑھیں جس میں صراحت ہو کہ سنت اور حدیث ایک چیز ہے۔ وہ کہنے لگا یہ بات قرآن میں ہے نہ حدیث میں۔ میں نے کہا پھر تو یہ امتی کی رائے ہوئی اور تمہارے اصول کے مطابق دینی امور میں رائے کو شامل کرنا شیطان کا کام ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ اگر سنت اور حدیث ایک چیز ہے تو تم سینکڑوں سنتوں کے تارک ہو حدیث میں ہے کہ ایک عورت نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانے پر بالغ آدمی کو اپنا دودھ پلایا (صحیح مسلم ج ۱، ص ۳۶۹) غیر مقلد مردو زن سب اس دودھ پینے پلانے کی سنت سے محروم ہیں۔ حدیث میں ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر پیشاب کیا (صحیح بخاری ص ۳۵) لیکن غیر مقلد مردو زن اس سنت کے تارک ہیں۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کے بعد اپنی بیوی کے بو سے لیے پھر آکر نماز پڑھائی (ترمذی ص ۲۵) مگر غیر مقلد آئمہ اور ان کے مقتدی حضرات اس سنت سے غافل ہیں۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی نواسی امامہ کو کندھوں پر اٹھا کر نماز پڑھی (صحیح بخاری، ص ۳۷) غیر مقلدین اپنی بچیوں کو مسجد میں لا تے ہیں نہ ان کو کندھوں پر اٹھا کر نماز پڑھتے ہیں اللہ آپ لوگوں کو اپنی مردہ سنتوں کو زندہ کرنے کی توفیق دے۔ وہ بوكھلا کر اور جھلا کر کہنے لگا سنت نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ کو کہتے ہیں۔ میں نے کہا آپ کوئی آیت پڑھیں یا حدیث سنائیں جس کا ترجمہ یہ ہو کہ سنت نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ کو کہتے ہیں! وہ کہنے لگا کہ ایسی آیت یا حدیث تو نہیں ہے میں نے کہا پھر تو یہ امتی کی رائے ہے جو تمہارے ہاں معترض نہیں! نیز مذکورہ بالا نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے جو چار طریقے مذکور ہوئے ہیں۔ سب غیر مقلدین ان کے تارک ہیں۔ وہ پریشان ہو کر کہنے لگا سنت نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے اس طریقہ کو کہتے ہیں جو آپ کے ساتھ خاص نہ ہو۔ میں نے کہا کہ آپ کوئی آیت یا حدیث پڑھیں جس کا ترجمہ یہی بنتا ہو۔ نیز مذکورہ بالا چار طریقوں کے متعلق چار حدیثیں سنائیں۔ جن میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ان طریقوں کو اپنی خصوصیت فرمایا ہو۔ ورنہ آپ کو اپنی اور دوسرے امتوں کی یہ

رائے چھوڑ دینی چاہیے۔ وہ کہنے لگا سنت نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے اس طریقہ کو کہتے ہیں جس کو آپ نے خود کیا ہوا اور امت کو اس پر عمل کرنے کا حکم دیا ہو میں نے کہا کہ آپ وہ آیت یا حدیث سنائیں جس میں سنت کی یہ تعریف کی گئی ہے۔ جس کا ترجمہ یہی ہو۔ نیز آپ وہ حدیث سنائیں جس میں رکوع سے پہلے رکوع کے بعد اور تیسری رکعت کے شروع میں رفع یہ دین کرنے کا حکم ہو۔ اور آپ نے نماز میں سر نگا کرنے۔ فرضوں کی چھر رکعتوں میں آمین اونچی کہنے کا اور گیارہ رکعتوں میں آہستہ کہنے کا۔ سینے پر ہاتھ باندھنے کا، ٹانگیں چوڑی کرنے کا حکم دیا ہو۔ وہ عاجز آکر کہنے لگا میں تحقیق کروں گا۔ میں نے کہا تحقیق کروں گا کہنے کا حکم دیا ہو۔ وہ کہنے لگا میں تحقیق کروں گا۔ میں نے کہا تحقیق کروں گا کہنے کا حکم دیا ہو۔ وہ کہنے لگا آپ سنت کی تعریف کریں میں نے کہا سنت اس جاری طریقہ کو کہتے ہیں جو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم یا خلفاء راشدین کی طرف سے جاری کیا گیا۔ وہ کہنے لگا آپ اس پر کوئی آیت یا حدیث پڑھیں جس میں یہ تعریف ہو میں نے کہا تعریفات قرآن و حدیث میں نہیں یہ ماہرین فن کرتے ہیں۔ سنت کی یہ تعریف فقہاء نے کی ہے جو ماہرین شریعت ہیں اور ہم نے اس کو تسلیم کر لیا ہے۔

مثال نمبر 3: ہمارے بعض نوجوانوں نے غیر مقلد علماء سے کہا کہ آپ کلمہ طیبہ لا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ اسی ترتیب کے ساتھ اکٹھا قرآن میں دکھادیں۔ یا صحاح ستہ کی صحیح صریح مرفوع متصل حدیث میں دکھادیں جس میں آپ نے صحابہ کرامؐ کو یہ کلمہ سکھایا ہوا اور امت کو اس کے پڑھنے کا حکم دیا ہو یا آپ حضرات اعلان کریں اور لکھ کر دیں کہ یہ کلمہ غلط ہے ایک علامہ صاحب فرمانے لگے دراصل کلمہ طیبہ جھنڈے پر لکھنے کیلئے ہے اور اشهد والا کلمہ پڑھنے کیلئے ہے۔ ہمارے ایک سنی نوجوان نے غیر مقلد علامہ صاحب کی یہ بات کاغذ پر لکھی اور مطالبہ کیا کہ آپ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث سنائیں جس میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان موجود ہو اور اگر حدیث نہیں تو یہ تمہاری اپنی رائے ہے اور جب تم وہی کے بغیر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی رائے کو نہیں مانتے تو ہم تمہاری رائے کیسے تسلیم کر لیں۔

مثال نمبر 4: اتحاد اہل السنۃ والجماعۃ کا ایک نوجوان غیر مقلد شیخ الحدیث کے پاس گیا اور پوچھا کہ حضرت رفع یہ دین کی کوئی صحیح حدیث ہے؟ شیخ الحدیث صاحب نے کہا بے شمار ہیں نوجوان نے کہا جناب مجھے ایک حدیث لکھ کر دے دیں۔ شیخ الحدیث صاحب نے کاغذ لیا اور حضرت ابن عمرؓ والی رفع یہ دین کی حدیث لکھ کر دے دی نوجوان نے کہا جی وہ ترک رفع یہ دین والی حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کی حدیث بھی تو موجود ہے؟ شیخ الحدیث صاحب نے کرخت اور سخت آواز میں دانت پیٹتے ہوئے کہا وہ ضعیف ہے ضعیف! نوجوان نے سوال کیا جناب حضرت عبد اللہ عمرؓ کی حدیث کو صحیح اور حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کی حدیث کو ضعیف اللہ نے کہا یا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اگر اللہ نے فرمایا ہے تو فرمان خدا اور اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سنائیں جس میں ان دونوں حدیبوں کے صحیح و ضعیف ہونے کا فیصلہ ہے تو شیخ الحدیث صاحب کہنے لگے حدیث کے صحیح یا ضعیف ہونے کا فیصلہ اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نہیں فرماتے بلکہ اس کا فیصلہ محدثین کرتے ہیں محدثین جس حدیث کو صحیح لکھ دیں۔ ہم اس پر عمل کرتے ہیں اور جس کو وہ ضعیف لکھ دیں ہم اس کو چھوڑ دیتے ہیں۔ نوجوان نے کہا شیخ الحدیث صاحب! آپ کے نزدیک توحی کے بغیر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی رائے بھی جنت نہیں تو اب امتوں کی رائے کو جنت مان رہے ہو، نیز حدیث کو لینے اور چھوڑنے میں تم محدثین کی تقلید کر رہے ہو حالانکہ تقلید آپکے نزدیک شرک ہے لہذا آپ محدثین کی رائے کو جنت ماننے اور انکی تقلید کرنے کی وجہ سے اہل حدیث نہ رہے بلکہ اہل رائے اور اہل شرک بن گئے۔

مثال نمبر 5: اتحاد اہل السنۃ والجماعۃ کے ایک اور نوجوان نے ایک غیر مقلد مفتی سے پوچھا جناب یہ فرمائیے رفع یہ دین کے بغیر نماز ہو جاتی ہے؟ مفتی صاحب فرمانے لگے رفع یہ دین کے بغیر نماز باطل ہے! نوجوان نے کہا کہ اگر رفع یہ دین کے بغیر نماز باطل ہے تو پھر سب غیر مقلدین کی نماز باطل ہے مفتی صاحب نے کہا وہ کیسے؟ نوجوان نے کہا وہ ایسے کہ غیر مقلدین کے ماہی ناز علامہ ناصر البانی نے اپنی کتاب صفت الصلة کے ص ۱۲۱، ص ۱۳۵، ص ۱۳۶ پر لکھا ہے کہ سجدہ سے پہلے اور سجدہ کے بعد بھی رفع یہ دین ہے اور ص ۱۲۱ کے حاشیہ میں ناصر البانی صاحب نے لکھا کہ دس صحابہ کرامؓ سے رفع یہ دین عند الحجود

کی روایات ہیں اور چار رکعتوں میں آٹھ سجدے آتے ہیں اور ہر سجدہ سے پہلے اور بعد رفع یہ دین ہے تو آٹھ سجدوں کے رفع یہ دین سولہ بنتے ہیں غیر مقلدین ان سولہ رفع یہ دین کے تارک ہیں اس لئے انگلی نماز باطل ہے غیر مقلد مفتی صاحب کہنے لگے حضرت ابن عمرؓ کی حدیث میں ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم تجوید میں رفع یہ دین نہیں کرتے تھے۔ نوجوان نے کہا مفتی صاحب! مسئلہ تو بڑا الجھ گیا کیونکہ رفع یہ دین عند السجود کے بارے میں حدیثوں میں تضاد ہے ناصر البانی کی تحقیق کے مطابق دس صحابہ کرام سجدوں کے رفع یہ دین کا اثبات کرتے ہیں جبکہ بقول آپ کے حضرت ابن عمرؓ مفتی کرتے ہیں۔ اس کے متعلق نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ بتائیں کیا ہے؟ مفتی صاحب نے فرمایا اصل بات یہ ہے کہ سجدوں میں پہلے رفع یہ دین ہوتا تھا پھر منسوخ ہو گیا۔ نوجوان نے مفتی صاحب کی یہ بات کاغذ پر لکھ لی پھر سوال کیا کہ جناب مفتی صاحب یہ فیصلہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے یا آپ کیا کسی دوسرے امتی کا؟ اگر نبی علیہ السلام کا فیصلہ ہے تو وہ حدیث سناؤ جس میں یہ فیصلہ، نبوت مذکور ہے۔ اور اگر آپ کی اپنی رائے ہے تو آپ دینی مسئلہ میں رائے شامل کرنے کی وجہ سے شیطان بن گئے۔ اور اگر کسی دوسرے امتی کی رائے ہے اور آپ اس کی تقلید کر رہے ہیں جو صحیح نہیں اس لئے کہ آپ کے ہاں انیاء علیهم السلام کی رائے بغیر وحی کے معتبر نہیں تو تمہاری رائے کیا اعتبار! آپ نے ان مثالوں سے اندازہ لگالیا ہو گا۔ کہ غیر مقلدین عمل کرتے ہیں اپنی رائے پر لیکن منافقین کی طرح دھوکہ دینے کیلئے نام لیتے ہیں قرآن و حدیث کا!

۸۔ حضرت مولا نا محمد امین صاحب صدر دامت برکاتہم العالیہ فرمایا کرتے تھے غیر مقلدین اتنے خدا سے نہیں ڈرتے جتنے شیپ ریکارڈر سے ڈرتے ہیں کہ اس لیے جب کوئی اہم گفتگو ہو تو شیپ ریکارڈر لگالیا کریں تاکہ غیر مقلدین شیپ کے ڈر سے جھوٹ، بدزبانی اور کہہ مکری کی عادت سے بچنے کی کوشش کریں۔



دوہاتھ سے مصافحہ

سوال: مصافحہ ایک ہاتھ سے سنت ہے یا دوہاتھ سے؟

جواب: دوہاتھ سے مصافحہ کرنا سنت ہے۔ امام بخاریؓ نے صحیح بخاری ج ۲ ص ۹۲۶ پر اس مسئلہ کیے لئے دو باب قائم کیے ہیں۔ باب المصافحہ اور باب الأخذ بالمیدین۔ پہلے باب میں امام بخاریؓ نے صرف یہ بتایا ہے۔ کہ مصافحہ سنت ہے اس لیے امام موصوف نے چار دلیلیں پیش فرمائی ہیں:

۱۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود قرأتے ہیں۔ عَلِمْنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ التَّشْهِيدُ وَكَفْيُ بَيْنَ كَفْيِهِ۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے تھہد اس حالت میں سکھایا کہ میرا ہاتھ آپکے دوہاتھوں کے درمیان تھا۔ یعنی بحالت مصافحہ۔

۲۔ حضرت کعب بن مالکؓ فرماتے ہیں۔ کہ میں مسجد نبوی میں آیا تو رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں حضرت طلحہ بن عبد اللہ کھڑے ہوئے اور انہوں نے مجھ سے مصافحہ کیا اور مجھے مبارک بادوی۔

۳۔ حضرت قتادہؓ نے حضرت انسؓ سے پوچھا کیا اصحاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں مصافحہ کا رواج تھا؟ حضرت انسؓ نے جواب دیا جی ہاں۔

۴۔ عبد اللہ بن ہشامؓ کہتے ہیں کہ ہم نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر بن خطابؓ کا ہاتھ پکڑا ہوا تھا۔ یعنی یہ ہاتھ پکڑنا بطور مصافحہ کے تھا پس ان دلائل سے ثابت ہوا کہ مصافحہ سنت ہے۔ دوسرے باب میں امام بخاریؓ نے مصافحہ کا طریقہ بتایا ہے کہ مصافحہ دوہاتھوں کے ساتھ ہے۔ اس کیفیت کے ساتھ کہ ایک دوسرے کے ہاتھ پکڑے بھی جائیں نہ یہ کہ صرف ہاتھ ملا دیئے جائیں۔ کیونکہ مصافحہ کے وقت ہاتھوں کے پکڑنے میں اظہار محبت ہے بلکہ جس قدر محبت اور بے تکلفی زیادہ ہوتی ہے۔ مصافحہ میں اتنے ایک دوسرے کے ہاتھ زیادہ دبائے جاتے ہیں۔ اس کے لئے امام بخاریؓ نے بطور ثبوت کے صحیح تابعین کے عمل کو پیش کیا ہے فرمایا۔ وَصَافَحَ حَمَادُ بْنُ زَيْدٍ إِبْرَاهِيمَ الْمُبَارَكَ بِيَدِيهِ۔ یعنی حماد بن زید نے عبد اللہ بن مبارکؓ کے ساتھ دوہاتھوں سے مصافحہ

کیا۔ نیز عبد اللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ مجھے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے تشهد اس حالت میں سکھایا کہ میرا ہاتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دو ہاتھوں کے درمیان تھا۔ پہلے اسی حدیث سے امام بخاریؓ نے مصافحہ ثابت کیا اور اب اسی حدیث سے دو ہاتھوں کے ساتھ پکڑنا ثابت کر رہے ہیں۔ سو امام بخاریؓ کا مقصد یہ ہے کہ مصافحہ دو ہاتھوں کے ساتھ اس طور پر کیا جائے کہ ہاتھوں کو پکڑا جائے نہ یہ کہ ایک آدمی اپنے ہاتھ دوسرے آدمی کے ہاتھ پر رکھ دے اور صرف طادے بلکہ ایک دوسرے کے ہاتھوں کو پکڑ لیں کہ اس میں اظہار محبت ہے اس سے ثابت ہوا کہ مصافحہ دو ہاتھ سے ہے دراصل جیسے ہندو سماج سے متاثر ہو کر ہمارے بعض مسلمانوں نے ہندو افی رسموں کو اختیار کر رکھا ہے۔ اور ان کو سنت کا نام دیتے ہیں اسی طرح وہ لوگ جو اپنی محسن گورنمنٹ برطانیہ کے زیر احسان آگئے اور اپنی مادر مہربان ملکہ و کنوریہ کے دودھ پر پلے انہوں نے بھی اپنے آقا انگریزوں کی بعض عادات اختیار کر لیں مثلاً ننگے سر پھرتا۔ سرنگا کر کے جوتی پہن کر عبادت کرنا اور انہتائیہ کہ ان لوگوں نے انگریزی طریقہ کو سنت اور سنت نبویہ کو بدعت کہنا شروع کر دیا ہے۔

دھوکہ نمبر ۱: حضرت عبد اللہ بن مسعود کا ایک ہاتھ ہے؟

جواب ۱: نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے دو ہاتھ تھے، میں سنت نبویہ اختیار کرنی چاہیے۔

جواب ۲: جب دو ہاتھوں سے مصافحہ کیا جائے تو درمیان میں ایک ہاتھ آتا ہے دوسرا باہر کی جانب رہتا ہے۔ اس لیے دو ہاتھ سے مصافحہ کرنے والا کہہ سکتا ہے۔ میرا ہاتھ اس کے دو ہاتھوں کے درمیان تھا۔ یہی کچھ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا اس سے یہ کیسے ثابت ہو گیا کہ حضرت ابن مسعود کا ایک ہاتھ تھا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے دو ہاتھ ہوں حضرت عبد اللہ بن مسعود کا ایک ہاتھ ہو کیونکہ بڑے چھوٹے کے حوالے سے بھی اس صورت کو دیکھا جائے تو بڑی بے ادبی اور گستاخی ہے کہ بڑا آدمی دو ہاتھ سے مصافحہ کرے اور چھوٹا ایک ہاتھ سے اور یہاں تو امتی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا معاملہ ہے!

جواب نمبر ۳: اور اگر یہ بات تسلیم کر لی جائے کہ حضرت ابن مسعود اپنے ایک ہاتھ کا ذکر فرمائے ہیں تو اس وجہ سے نہیں کہ انہوں نے ایک ہاتھ سے مصافحہ کیا تھا بلکہ اس وجہ سے کہ دو ہاتھ سے مصافحہ کرتے وقت آپکا جو ہاتھ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے دو ہاتھوں کے

درمیان آیا تھا آپ بطور اظہار مسرت کے اپنے اس ہاتھ کی خصوصیت بتار ہے ہیں کہ میرا یہ ہاتھ اتنا خوش نصیب ہے جو سردار عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دو ہاتھوں کے درمیان آیا ہے۔

دھوکہ نمبر ۲: مصافحہ کا معنی ہے ایک ہتھیلی کا دوسرا ہتھیلی کے ساتھ ملنا۔ پس لفظ مصافحہ کا تقاضا یہ ہے کہ مصافحہ ایک ہاتھ کے ساتھ ہو!

جواب: جب دو ہاتھوں کے ساتھ مصافحہ کیا جائے تو بھی آپس میں دو ہی ہتھیلیاں ملتی ہیں نہ کہ چار۔

دھوکہ نمبر ۳: بعض حدیثوں میں یہ کا لفظ آیا ہے اور یہ واحد ہے مطلب یہ کہ ایک ہاتھ سے مصافحہ کیا۔

جواب: قرآن و حدیث کے سمجھنے کیلئے جہاں بہت سے علوم میں مہارت ضروری ہے۔ وہاں عرب کے قدیم محاورات اور عربی الفاظ کے استعمالات پر بھی پورا پورا عبور ضروری ہے۔ ہر زبان میں واحد کا صیغہ دو طرح استعمال ہوتا ہے: (۱) بطور مفرد یعنی اس سے ایک فرد مراد ہو۔ (۲) بطور جنس اس وقت صیغہ واحد کا ہوتا ہے۔ لیکن اس سے متعدد افراد مراد ہوتے ہیں جیسے ہم کہا کرتے ہیں۔ مجھے انگور دیو۔ مجھے فالہ دیو۔ اس کا یہ معنی نہیں کہ مجھے ایک انگور اور ایک فالہ دے دو۔ میں نے تجھے اپنی آنکھ سے کھڑا دیکھا ہے۔ میں نے اپنے کان سے تیری بات سنی ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ میں نے صرف ایک آنکھ سے دیکھا ہے اور ایک کان سے بات سنی ہے۔ یہاں مفرد صیغہ جنس کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ جس سے دونوں آنکھیں اور دونوں کان مراد ہیں۔ اسی طرح عربی میں بھی واحد کا صیغہ بطور جنس استعمال ہوتا ہے۔ جیسے ایک دعا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ اللہُمَّ اجْعَلْ فِي بَصَرِي نُورًا وَاجْعَلْ فِي سَمْعِي نُورًا۔ اے اللہ میری آنکھوں میں نور پیدا فرما۔ اور میرے کانوں میں نور پیدا فرما۔ **الْمُسْلِمُ مَنْ مَسَّهُ اللَّهُ بِحُسْنَةٍ وَيَدُهُ**۔ مسلمان وہ ہے جس کے زبان اور ہاتھ سے مسلمان سلامتی میں رہیں مَنْ رَأَى مِنْكُمْ مُنْكَرًا فَلْيَعْرِفْهُ بِيَدِهِ۔ جو تم میں سے برائی کو دیکھے پس وہ اس کو اپنے ہاتھ سے مٹائے۔ یہاں صیغہ واحد کے ہیں لیکن قطعاً یہ مطلب نہیں کہ میری صرف ایک آنکھ اور صرف ایک کان میں نور پیدا فرما۔ مسلمان اس کے صرف ایک ہاتھ نے محفوظ رہیں، اور اپنے ایک ہاتھ سے برائی کو مٹائے،

بلکہ واحد سے جنس والا معنی مراد ہے۔ اسی طرح غیر مقلدین جن حدیثوں سے ایک ہاتھ کا مصافحہ ثابت کرتے ہیں وہاں یہ سے جنس والا معنی مراد ہے۔ حدیث پاک میں ہے مصافحہ کرنے سے گناہ جھٹرتے ہیں کیا صرف ایک ہاتھ کے گناہ جھاڑنے کی ضرورت ہے دوسرے ہاتھ کے گناہ جھاڑنے کی ضرورت نہیں؟

صحیح بخاری کا انکار اور امام بخاری پر اعتراض

امام بخاری[ؒ] نے حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کی حدیث بالا پر صحیح بخاری ج ۲ ص ۹۲۶ میں باب المصافحہ قائم کر کے اس سے مصافحہ کا سنت ہوتا ثابت کیا ہے لیکن غیر مقلد حکیم محمد اسرائیل سلفی و دیگر غیر مقلدین صحیح بخاری کے اس باب کے منکر ہیں حکیم صاحب اپنے رسالہ الحفۃ الحسینی کے ص ۳۹ پر لکھتے ہیں اس حدیث کا مصافحہ سے ذرا بھی تعلق نہیں۔ پنجابی میں کہاوت ہے آکھاں دھی نوں۔ سناؤں نہہ نوں۔ حکیم صاحب نے روئے سخن خفیوں کی طرف رکھ کر امام بخاری[ؒ] کو خوب کوسا ہے اور کھری کھری سنائی ہیں لکھتے ہیں سخت تعجب ہے ان مقلدین احتفاظ پر کہ جو احادیث صحیحہ سے مصافحہ ثابت ہوتا ہے اس کے انکاری ہیں۔ اور جو حدیث سے ثابت نہیں ہوتا اسے ثابت کرنیکی سعی لا حاصل کرتے ہیں اور بخاری شریف کی دہائی دیکھ جاہل عوام کو دھوکہ دینا چاہتے ہیں مگر انکو معلوم رہے کہ یہ حدیث دانی اور حدیث فہمی نہیں بلکہ حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کیستہ مذاق ہے۔ (الحفۃ الحسینی ص ۳۸)

اہل حدیث یا شیعہ

امام بخاری[ؒ] نے خیر القرون کے دو عظیم محدث حماد بن زیدؓ اور عبد اللہ بن مبارکؓ کے دو ہاتھوں کیستہ مصافحہ کے عمل کو دلیل کے طور پر پیش کیا تو حکیم صاحب جو اس کا جواب دیتے ہیں وہ سینہ پر ہاتھ رکھ کر، دل تحام کر، صحابہ کرامؐ کے ساتھ عظمت و محبت کے جذبات کو قابو میں رکھ کر سنئے! وہ لکھتے ہیں جب صحابی کا قول ہی جدت نہیں تو تابعین اور تابع تابعین وغیرہ کے اقوال کیونکر جدت ہو سکتے ہیں۔

فائدہ: دونجع تابعین کے عمل سے استدلال اس بات کا ثبوت ہے کہ امام بخاری[ؒ]، صحابہ کرامؐ، تابعین عظام اور تابع تابعین حضرات کے اقوال و افعال اور انکی آراء کو مانتے ہیں۔

جبکہ غیر مقلدین ان کے منکر ہیں بلکہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی رائے کو بھی جھٹ نہیں مانتے (طریق محمدی ص ۷۵) لہذا غیر مقلدین کا صحیح بخاری سے تعلق ہے نہ امام بخاریؓ سے انکا راستہ ہی امام بخاریؓ سے جدا ہے۔

تین سوال

- ۱۔ امام بخاریؓ فرماتے ہیں حدیث ابن مسعودؓ سے مصافحہ ثابت ہے غیر مقلدین کہتے ہیں اس سے مصافحہ ثابت نہیں ہوتا ان میں سے کون صحیح اور کون غلط ہے؟
- ۲۔ حماد بن زیدؓ اور عبد اللہ ابن مبارکؓ دو ہاتھوں کیسا تھا مصافحہ کرنے سے بدعتی ہوئے ہیں یا نہیں؟

۳۔ امام بخاریؓ نے ان دونوں تبع تابعین کے فعلی اثر کو دلیل کے طور پر پیش کیا ہے کیا امام بخاریؓ ان دو امتیوں کے فعلی اثر کی تقلید کر کے مشرق ہوئے ہیں یا نہیں اور جب تک صحیح بخاری میں یہ اثر اور اس جیسے دوسرے آثار صحابہ وغیرہ موجود ہیں۔ انکی وجہ سے امام بخاریؓ کو شرک کا گناہ ہو رہا ہے یا نہیں جب تک صحیح بخاری میں ایسا شرک موجود ہے تو صحیح بخاری لکھ کر امام بخاریؓ نے نیکی کا کام کیا ہے یا گناہ کا؟

نوت: اگر غیر مقلدین حدیث صحیح صریح مرفوع متصل پیش کر دیں۔ جس میں صراحت ہو کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے مصافحہ کے وقت باعیں ہاتھ کو دور رکھنے کا حکم دیا ہو یا صراحت ہو کہ آپ نے داعیین ہاتھ سے مصافحہ کیا اور باعیں ہاتھ کو دور رکھا ساتھ نہ لگایا۔ یا اسی صراحت کے ساتھ کسی صحابی یا تابعی کا اثر دکھادیں اور اس کی صحت بھی امتیوں کی تقلید کے اقوال و آراء کی تقلید کے بغیر ثابت کر دیں تو ہم ایک لاکھ روپیہ انعام دیں گے۔



سرڈ ہانپ کرنماز پڑھنا

سوال: ننگے سرمناز پڑھنا کیسا ہے؟

جواب: ننگے سرمناز کی چند صورتیں ہیں:

(۱) مجبوری کی حالت میں بلا کراہت جائز ہے۔

(۲) سستی کی وجہ سے کسی وقت ننگے سرمناز پڑھی جائے تو مکروہ ترزی یہی ہے جسکی وجہ سے ثواب کم ہو جائے گا۔

(۳) ننگے سرمناز کو سنت سمجھے بغیر عادت بنالی جائے تو مکروہ تحریکی ہے۔

(۴) ننگے سرمناز کو سنت سمجھ کر اختیار کرنا بدعوت ہے۔

(۵) ننگے سرمناز کو افضل و سنت سمجھنا اور سرمناز میں سرڈ ہانپنے کو حقیر جانا کفر ہے ملاحظہ کیجئے۔

(فتاویٰ عالمگیری ج اص ۶۰۰ اور مختار ج اص ۳۷۳ ردا مختار ج اص ۳۸۲ فتاویٰ قاضیخان ج اص ۱۱۸)

قرآن کریم میں حکم ہے۔ ﴿خُذُوا زِينَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ﴾ نماز کے وقت اپنا خوبصورت لباس اختیار کرو۔ چونکہ عمامة اور ٹوپی بھی لباس میں شامل ہے لہذا اس آیت کے بموجب نماز میں عمامة یا ٹوپی پہنانا چاہئے۔ مصنف ابن الیثیب میں ایک باب ہے۔

”بَابُ مَنْ كَانَ يَسْجُدُ عَلَى كُورِ الْعَمَامَةِ وَلَا يَرْأِي بِهِ بَاسًا“ ان لوگوں کے دلائل کا بیان جن کے نزدیک گپڑی کے بل پر سجدہ کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ اس باب میں آٹھ حدیثیں درج ہیں دوسرا باب ہے۔ ”بَابُ مَنْ كَرِهَ السُّجُودُ عَلَى كُورِ الْعَمَامَةِ“ ان

لوگوں کے دلائل کا بیان جن کے نزدیک گپڑی کے بل پر سجدہ مکروہ ہے اس باب میں بارہ احادیث ہیں صرف ان دو بابوں کی بیس حدیثوں کو ہی دیکھ لیں تو ان سے ثابت ہوتا ہے کہ سنت طریقہ سرڈ ہانپ کرنماز پڑھنا ہے۔



غیر مقلد علماء کی تحقیق

۱۔ جماعت اہل حدیث کے بانی شمس العلماء شیخ الكل فی الكل میاں نذر یہ حسین فرماتے ہیں جمعہ کی نماز ہو یا کوئی اور نماز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؐ نماہہ باندھ کر نماز پڑھتے تھے۔ اس شہنشاہ حکم الحاکمین نے اپنے دربار میں حاضر ہونے کی نسبت یہ حکم کیا ہے کہ تم لوگ ہر نماز کے وقت اپنے کپڑے لے لیا کرو۔ یعنی اپنے کپڑے پہن کر نماز پڑھا کرو۔ اور کپڑے میں عمامہ بھی داخل ہے۔ کیونکہ عمامہ ایک مسنون کپڑا ہے۔

(فتاویٰ نذر یہ حج ۳۲۲ ص ۳۲۲)

۲۔ مشہور غیر مقلد عالم مولا نا سید دادو غزنوی اور مولا نا عبد الجبار غزنوی فرماتے ہیں ابتداء عهد اسلام کو چھوڑ کر جب کہ کپڑوں کی قلت ہمیں اس کے بعد اس عاجز کی نظر سے کوئی ایسی روایت نہیں گذری جس میں بصراحت مذکور ہو کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یا صحابہ کرامؐ نے مسجد میں اور وہ بھی نماز با جماعت میں نگئے سر نماز پڑھی ہو چکے جائے کہ معمول بنالیا ہوا س لئے اس بدرسم کو جو پھیل رہی ہے بند کرنا چاہیے اگر فیشن کی وجہ سے نگئے سر نماز پڑھی جائے تو نماز مکروہ ہو گی۔ اگر عاجزی کے خیال سے پڑھی جائے تو یہ نصازی کے ساتھ تشبیہ ہو گا۔ اور اگرستی کی وجہ سے ہے تو یہ منافقوں کی ایک خلقت سے تشابہ ہو گا۔ غرض ہر لحاظ سے یہ ناپسند عمل ہے۔ (فتاویٰ علمائے حدیث حج ۲۹۰ ص ۲۹۰ تا ص ۲۹۱)

۳۔ شیخ الاسلام مولا نا شاناء اللہ امر تسری فرماتے ہیں صحیح مسنون طریقہ نماز کا وہی ہے جو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بالدوام ثابت ہوا ہے یعنی بدن پر کپڑے اور سر ڈھکا ہوا پکڑی سے ہو یا ٹوپی سے (فتاویٰ شانائی حج اص ۵۲۲)

۴۔ شیخ الحدیث مولا نا محمد اسماعیل سلطانی صاحب فرماتے ہیں غرض کسی حدیث سے بھی بلاعذر نگئے سر نماز کو عادت اختیار کرنا ثابت نہیں۔ محض بے عملی یا بد عملی یا کسل (ستی) کی وجہ سے یہ روانج بڑھ رہا ہے بلکہ جہلاء تو اسے سنت سمجھنے لگے ہیں۔ العیاذ باللہ (اللہ کی پناہ) نیز فرماتے ہیں کپڑا موجود ہو تو نگئے سر نماز ادا کرنا یا ضد سے ہو گا یا قلت عقل سے۔

(فتاویٰ علماء حدیث حج ۲۸۶ ص ۲۸۶ تا ص ۲۸۹)

۵۔ شیخ الحدیث مولا نا ابو سعید شرف الدین فرماتے ہیں بحکم خذواز یعنیکم عند کل مسجد (ہر نماز کے وقت اپنا لباس پہنو) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سر پر عمامہ رکھنے سے عمامہ سنت

ہے۔ اور ہمیشہ ننگے سر کو نماز کا شعار بنانا بھی ایجاد بندہ (یعنی بدعت) ہے اور خلاف سنت ہے۔
(فتاویٰ شائیخ اص ۵۹۲)

۶۔ غرباء الامال حدیث کے امام و مفتی مولانا عبدالستار صاحب فرماتے ہیں تو پی یا عمامہ کے ساتھ نماز پڑھنی اولیٰ وفضل ہے کیونکہ تو پی اور عمامہ باعث زیب وزینت ہے۔
(فتاویٰ ستاریہ حج ۳ ص ۵۹)

۷۔ غیر مقلد عالم مولانا عبد الجید سوہنروی فرماتے ہیں ننگے سر نماز ہو جاتی ہے۔ مگر بطور فیشن لا پرواہی اور تعصب کی بنا پر مستقل یہ عادت بنالیتا جیسا کے آجکل دھڑ لے سے کیا جا رہا ہے ہمارے نزدیک صحیح نہیں۔ نبی علیہ السلام نے خود یہ عمل نہیں کیا۔
(فتاویٰ علماء حدیث حج ۳ ص ۲۸۱)

۸۔ غیر مقلدین کے شیخ العرب والجم مولانا سید محبت اللہ شاہ راشدی فرماتے ہیں یہ کہنا کہ سرڈھانے پر پسندیدہ ہونے کا حکم نہیں لگایا جا سکتا اس سے راقم الحروف کو اختلاف ہے۔ احادیث کے شیع سے معلوم ہوتا ہے کہ اکثر و بیشتر اوقات حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام سر پر عمامہ باندھے رہتے یا سر پر ٹوپیاں رکھتے تھے۔ اور راقم الحروف کے علم کی حد تک سوائے حج و عمرہ کے کوئی ایسی تجویح حدیث و تکھنے میں نہیں آئی جس میں یہ ہو کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ننگے سر گھومتے پھرتے تھے۔ یا کبھی سر مبارک پر عمامہ وغیرہ تھا لیکن مسجد میں آکر عمامہ وغیرہ اتار کر رکھ لیا اور ننگے سر نماز پڑھنی شروع کی۔ ہم نے بڑے بڑے علماء و فضلاء کو دیکھا وہ اکثر و بیشتر سرڈھانپ کر چلتے پھرتے اور نماز پڑھتے ہیں یہ آجکل نئی نسل خصوصاً الہحدیث جماعت کے افراد نے معمول بنارکھا ہے اسے چلتے ہوئے فیشن کا اتباع تو کہا جاسکتا ہے۔ مسنون نہیں۔ (الاعتصام لاہور جلد ۲۵ شمارہ ۲۰۳ و ۲۷ جولائی ۱۹۹۳ء)

۹۔ غیر مقلدین کے مشہور عالم مورخ اسلام مولانا محمد اسحاق بھٹی صاحب فرماتے ہیں مشاہیرے علمائے حدیث ننگے سر نماز پڑھنے کو معیوب قرار دیتے تھے۔ لیکن نئے دور کے الہحدیث علماء ننگے سر نماز پڑھنے کے حق میں دلائل فراہم کرتے ہیں۔ (ماہنامہ الرشید لاہور)
نوٹ: اگر غیر مقلدین تجویح حدیث میں دکھادیں کہ پوری زندگی میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے یا کسی صحابی نے کپڑا ہونے کے باوجود بغیر مجبوری کے مسجد میں فرض نماز ننگے سر پڑھی ہے اور اس حدیث کو امتیوں کے اقوال و آراء کی تقلید کیے بغیر صحیح ثابت کردیں تو ہم ایک لاکھ روپیہ انعام دینگے۔ دیدہ باید۔

نماز میں دونوں پاؤں کے درمیان فاصلہ

سوال: نمازی کے دونوں پاؤں کے درمیان کتنا فاصلہ ہونا چاہئے؟

جواب: امام اور منفرد اپنے جسم کی ساخت کے مطابق بغیر مشقت اٹھانے کے اس طرح نماز میں کھڑے ہوں کہ پاؤں کا رخ قبلہ کی طرف ہو اور قیام رکوع اور سجود کی حالت میں پاؤں ایک جگہ جھے رہیں۔ سجدہ کرتے وقت پاؤں کو پھیلانا یا سکیٹرنا نہ پڑے اور تکبر انہ انداز بھی معلوم نہ ہو البتہ نماز باجماعت کی صفت بندی کرنے میں دو چیزوں کی احادیث میں سخت تاکید کی گئی ہے۔

(۱) نمازی حضرات صف میں اس طرح پاؤں گھٹنے، کندھے اور گرد نیں برابر کریں کہ صف بالکل سیدھی بن جائے کوئی نمازی بھی صف میں آگے پیچھے نہ ہو ورنہ صف ٹیڑھی ہو جائے گی۔

(۲) نمازی اتنے قریب ہو کر کھڑے ہوں کہ دونمازیوں کے درمیان خالی جگہ نہ رہے۔ جماعت کی صفت بندی کے متعلق چند احادیث ملاحظہ فرمائیں:

۱۔ حضرت نعمان بن بشیرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہماری طرف چہرہ کر کے تین مرتبہ فرمایا اپنی صفين سیدھی کرو اللہ کی قسم اگر تم اپنی صفين سیدھی نہ کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہارے قلوب میں باہمی مخالفت پیدا کر دیگا۔ حضرت نعمان بن بشیر فرماتے ہیں اس کے بعد میں نے دیکھا کہ ہر آدمی اپنے کندھے کو اپنے ساتھی کے کندھے کے ساتھ اور اپنے گھٹنے کو اس کے گھٹنے سے اور قدم کو اس کے قدم سے ملاتا ہے۔ (ابوداؤ دجن اص ۹۷)

۲۔ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا صفوں کو سیدھا کرو۔ کندھوں کو برابر کرو۔ خالی جگہوں کو پر کرو۔ اپنے بھائیوں کے آگے زم رہو۔ اور شیطان کے لیے خالی جگہ نہ چھوڑو۔ (ابوداؤ دجن اص ۹۷)

۳۔ حضرت انس بن مالکؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنی صفوں میں تم قریب ہو جاؤ اور گرد نیں برابر کرو۔

(ابوداؤ دج اص ۷۹) ان احادیث سے چند امور معلوم ہوئے۔ (۱) اصل مقصود یہ ہے میں سیدھی ہوں اور نمازی اس طرح صاف بندی کریں کہ درمیان میں جگہ خالی نہ رہے۔ (۲) ٹخنے سے مراد قدم ہے یعنی پاؤں کے ساتھ ملانا کیونکہ ٹخنے سے ٹخنے تبل مل سکتا ہے کہ دونوں پاؤں کو باہر کی جانب ٹیڑھا کیا جائے لیکن اس طرح نماز میں کھڑا ہونا مشکل ہے۔ لہذا ٹخنے سے مراد قدم ہے۔ (۳) پاؤں وغیرہ کو حقیقتاً پاؤں کے ساتھ ملانا مراد نہیں بلکہ اس سے مراد ہے قریب قریب کرنا کیونکہ حضرت نعمان بن بشیرؓ کی حدیث میں تین چیزیں ملانے کا حکم ہے ٹخنے، گھٹنے، کندھا اور گھٹھنا گھٹنے سے کسی صورت میں نہیں مل سکتا۔ اور جب پاؤں ملانے کے لئے تانگیں چوڑی کریں گے تو کندھوں کے درمیان فاصلہ زیادہ ہو جائیگا۔ اور اگر بالکل پاؤں کو پاؤں سے کندھے کو کندھے سے ملا دیا جائے تو نماز پڑھنا بھی مشکل ہو جائیگا۔ نمازیوں کی ایک دوسرے سے دھکم پیل ہوگی۔ اس لیے نماز میں پاؤں کو پاؤں کے ساتھ ملانے کی کوشش میں لگا رہنا لغو حرکت ہے اور اپنی نماز کو ضائع کرنا ہے اور جس کو اصرار ہو کہ حدیث میں الزاق (ملانے) کا حکم ہے اس لیے وہ پاؤں سے پاؤں ملاتا ہے تو اس کو کہا جائے حدیث میں کعب (ٹخنے) کا لفظ ہے لہذا دونوں طرف اپنے ٹخنے ملایا کرو۔ نیز گھٹنے بھی ملایا کرو ایک طرف نمازی پست قامت ہو دوسری طرف طویل القامت ہو تو دونوں کے ساتھ کندھے بھی ملاؤ۔ اس لئے غیر مقلدین کو چاہیے کہ وہ چھنگلی کو چھنگلی کے ساتھ یا پاؤں کو پاؤں کے ساتھ ملانے کی بیجا حرکت سے بازاں میں۔ پس معلوم ہوا کہ اس سے مراد قریب قریب کھڑا ہونا ہے اس طور پر کہ درمیان میں جگہ خالی نہ رہے۔ (۴) یہ بھی معلوم ہو گیا کہ پاؤں کا درمیانی فاصلہ شریعت میں مقرر نہیں البتہ جسمانی ساخت اور نماز میں خصوصاً سجدہ کی حالت میں پاؤں کو اپنی جگہ سے ہلانا نہ پڑے ورنہ نماز کے سکون کے خلاف ہو گا نیز کندھوں کے درمیان فاصلہ نہ ہو لہذا پہلے کندھے ملائیں پھر اسکے مطابق دونوں پاؤں رکھیں مشاہدہ یہ ہے کہ جو آدمی زیادہ جسم و حیم نہ ہو اس کے لیے چار انگلیوں سے چھتک کا فاصلہ کافی ہو جاتا ہے۔



غیر مقلدین اپنی نماز درست کریں

آجکل غیر مقلدین حضرات جس قدر پاؤں کے درمیان فاصلہ کرتے ہیں۔ اس سے نماز میں کئی خرابیاں پیدا ہوتی ہیں۔ (۱) پاؤں اتنے چوڑے رکھیں تو سجدہ اور سجدہ کے بعد بیٹھنا مشکل ہو جاتا ہے اس لیے وہ سجدہ میں سمیٹ لیتے ہیں۔ کھڑے ہونے کے بعد پھیلا لیتے ہیں یہ نماز کے سکون کے خلاف ہے۔ (۲) کندھوں کے درمیان فاصلہ بہت بڑھ جاتا ہے جو احادیث نبویہ کے خلاف ہے۔ (۳) غیر مقلدین جیسے پاؤں پھیلا کر کھڑے ہوتے ہیں اگر ان میں سے ہر دو نمازوں کوئی حضرات کی طرح اس طور پر کھڑا کریں کہ ہر ایک کے دونوں پاؤں کے درمیان چار چار انگشت کا فاصلہ ہو اور کندھے قریب قریب ہوں تو درمیان میں مزید ایک نمازی کی جگہ نکل آتی ہے پس اگر پچاس غیر مقلدین کی صفائحہ اور وہ پاؤں پھیلا کر کھڑے ہوں تو درمیان میں کافی نمازوں کی جگہ خالی رہ جاتی ہے۔ جسکو وہ پاؤں پھیلا کر پر کرتے ہیں حالانکہ اس جگہ کو نمازوں سے پر کرنے کا حکم ہے نہ کہ پاؤں پھیلا کر۔ حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ تم میں سے بہتر وہ نمازی ہیں جو کندھوں کے اعتبار سے نرم ہیں یعنی جب دونمازوں کے درمیان خالی جگہ ہو اور کوئی دوسرا نمازی درمیان میں آ کر کھڑا ہونا چاہے تو ان کے کندھے رکاوٹ نہیں بنتے۔ نیز بوقت صفائحہ بندی اگر دونمازوں کے درمیان خالی جگہ ہو اور ان کو قریب کیا جائے تو وہ قریب ہو جائیں۔ یہ کہیں حدیث پاک میں نہیں کہ اگر خالی جگہ ہو تو اس کو پاؤں پھیلا کر پر کریں۔ غیر مقلدین کی صفوں میں ہر دو غیر مقلدین کے درمیان ایک نمازی کی جگہ خالی ہوتی ہے جسکو وہ تانگیں چوڑی کر کے پر کرتے ہیں جو مذکورہ بالا حدیث کے خلاف ہے اور صفائحہ اس خلاکی وجہ سے ناقص رہتی ہے۔

(۴) چونکہ حدیث پاک میں پاؤں، گھٹنے، کندھے، قریب کرنے کا حکم ہے۔ غیر مقلدین پاؤں تو خوب ملاتے ہیں لیکن گھٹنوں اور کندھوں میں فاصلہ بڑھا لیتے ہیں۔ یہ بھی حدیث پاک کے خلاف ہے۔ اللہُمَّ اهْدِهِمْ جب غیر مقلدین مردوں نے خفیوں کی ضد میں

ٹانگیں چوڑی کرنی شروع کر دیں تو غیر مقلدین علماء نے ان متصوب غیر مقلدوں کی اصلاح کے لئے فتوے بھی جاری کئے آپ وہ ملاحظہ فرمائیں۔

۱۔ مولانا عبداللہ روپڑی فرماتے ہیں بعض لوگ قدم زیادہ چوڑے کر کے کھڑے ہوتے ہیں جس سے کندھے نہیں ملتے وہ غلطی کرتے ہیں کیونکہ اس حدیث میں جیسے قدم ملانے کا ذکر ہے کندھے ملانے کا بھی ذکر ہے۔

(فتاویٰ علماء حدیث ۳/۲۱)

۲۔ بعض غیر مقلدین کھڑے ہونے کی حالت میں پاؤں ملائیتے ہیں پھر سجدہ میں ہٹائیتے ہیں ان کو تنبیہ کرتے ہوئے مولانا روضہ صاحب فرماتے ہیں پھر سجدہ میں اپنی جگہ سے ہٹائے جاتے ہیں پھر اٹھ کر ملائے جاتے ہیں جیسے جاہلوں کی عادت ہے ایسا جدا کرنا اور ملانا تو ٹھیک نہیں کیونکہ نماز میں بلا وجہ پاؤں کو ادھر ادھر کرنا ناجائز ہے۔ بلکہ تمام نماز میں پاؤں ایک جگہ رکھنے کی کوشش کرنی چاہئے تاکہ نماز میں فضول حرکت نہ ہو۔۔۔۔۔

(فتاویٰ علماء حدیث ۳/۱۹۹)

نوٹ: غیر مقلدین حضرات اپنے دعویٰ کے مطابق حدیث میں تاویل کیے بغیر حضرت نعمان بن بشیرؓ کی حدیث کے مطابق ٹخنہ سے ٹخنہ، گھٹنہ سے گھٹنہ، کندھا سے کندھا، ملا کر نماز شروع کر دیں۔ یا اپنا موجودہ عمل کہ کھڑے ہو کر پاؤں کو پاؤں سے ملانا اور ٹخنہ سے ٹخنہ، گھٹنہ سے گھٹنہ کندھے سے کندھا دور رکھنا کسی قولی یا فعلی صحیح صریح مرفوع متصل حدیث میں دکھادیں۔ اور اسکی صحیح امتیوں کے اقوال و آراء کی تقلید کیے بغیر ثابت کر دیں تو ہم ایک لاکھ روپیہ انعام دیں گے۔



نماز شروع کرتے وقت ہاتھ کا نوں تک اٹھانا

سوال: سنی حضرات نماز شروع کرتے وقت دونوں ہاتھ کا نوں تک اٹھاتے ہیں جبکہ غیر مقلدین کندھوں تک اٹھاتے ہیں اصل حقیقت کیا ہے؟

جواب: نماز شروع کرتے وقت ہاتھ کہاں تک اٹھائے جائیں؟ اس کے متعلق مختلف روایات ہیں۔ ملاحظہ کیجئے۔

۱۔ عنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا افْتَحَ الصَّلَاةَ رَفَعَ يَدِيهِ حَذْوَ مَنْكِبَيْهِ (سنن نسائي ج ۱ ص ۱۲۰) حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع کرتے تو اپنے ہاتھ کندھوں کے برابر اٹھاتے تھے۔

۲۔ حضرت واکل بن حجرؓ فرماتے ہیں: صَلَّى خَلْفَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا افْتَحَ الصَّلَاةَ كَبَرَ وَرَفَعَ يَدِيهِ حَتَّى حَادَتَا أُذْنَيْهِ (سنن نسائي ج ۱ ص ۱۲۰) حضرت واکل بن حجرؓ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھی پس جب آپ نے نماز شروع کی تو اپنے ہاتھ اٹھائے حتیٰ کہ اپنے کانوں کے برابر کیے۔

۳۔ عنْ مَالِكِ بْنِ الْحُوَيْرِثِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا صَلَّى رَفَعَ يَدِيهِ حِينَ يُكَبِّرُ حِيَالَ أُذْنَيْهِ (سنن نسائي ج ۱ ص ۱۲۰) حضرت مالک بن الحویرثؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا جب نماز شروع کرنے کا ارادہ کرتے تو تکبیر کے وقت ہاتھ کا نوں کے برابر اٹھاتے۔

۴۔ عنْ مَالِكِ بْنِ الْحُوَيْرِثِ قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ دَخَلَ فِي الصَّلَاةِ رَفَعَ يَدِيهِ حَتَّى حَادَتَا فَرْزُوعَ أَذْنَيْهِ (سنن نسائي ج ۱ ص ۱۲۰، صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۶۸) حضرت مالک بن الحویرثؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ کو دیکھا جس

وقت آپ نماز میں داخل ہوئے تو اپنے دونوں کانوں کے کناروں تک ہاتھ اٹھائے۔

۵۔ حضرت واہل بن حجر سے روایت ہے رَأَيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا افْتَسَحَ الصَّلَاةُ رَفَعَ يَدَيْهِ حَتَّى تَكَادَ إِبْهَا مَاهَةً تُحَادِي شَحْمَةَ أَذْنِيهِ (سنن نسائي ج ۱۳۱) حضرت واہل بن حجر سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا جب آپ نے نماز شروع کی تو اپنے ہاتھ اٹھائے حتیٰ کہ آپ کے دونوں انگوٹھے کانوں کی لوکے قریب تھے۔

۶۔ حضرت واہل بن حجر سے روایت ہے إِنَّهُ أَبْصَرَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ إِلَى الصَّلَاةِ رَفَعَ يَدَيْهِ حَتَّى كَانَتَا بِحِيَالِ مَنْكِبَيْهِ وَحَادِيِّيَّةِ أَذْنِيهِ (سنن ابو داؤد ج ۱۰۵) حضرت واہل بن حجر سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا جس وقت آپ نماز کے لیے کھڑے ہوئے تو ہاتھ کندھوں کے برابر اٹھائے اور انگوٹھے کانوں کے برابر کیے۔

۷۔ عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ افْتَسَحَ الصَّلَاةُ رَفَعَ يَدَيْهِ حِيَالَ أَذْنِيهِ قَالَ ثُمَّ أَتَيْتُهُمْ فَرَأَيْتُهُمْ يَرْفَعُونَ أَيْدِيهِمُ إِلَى صُدُورِهِمْ فِي افْتِتَاحِ الصَّلَاةِ وَغَلِيْهِمْ بَرَانِسُ وَأَكْسِيَّةٌ (سنن ابو داؤد ج ۱۰۵) حضرت واہل بن حجر سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا جب نماز شروع کی تو کانوں کے برابر ہاتھ اٹھائے پھر میں دوبارہ آیا تو میں نے صحابہ کرام کو دیکھا کہ وہ نماز کے شروع میں اپنے سینوں تک ہاتھ اٹھاتے ہیں۔ اور ان پر ٹوپیاں اور چادریں ہیں۔

فائدہ: امام اعظم ابوحنیفہ نے اپنی فقاہت اور اجتہادی رائے سے ان مختلف روایات کے درمیان تطبیق یوں دی کہ نمازی نماز شروع کرتے وقت ہاتھ اس طرح اٹھائے کہ ہتھیلیاں کندھوں کے برابر ہوں۔ اور انگوٹھے کانوں کی لوکے برابر اور انگلیاں کانوں کے اوپر والے کناروں کے برابر ہوں تاکہ بیک وقت سب روایات پر عمل ہو جائے۔ باقی سینہ تک ہاتھ

اٹھانے کی روایت عذر و مجبوری پر محوال ہے جیسا کہ یہ جملہ کہ ان پر تو پیاس اور چادریں تھیں۔ اسی عذر کی نشاندہی کر رہا ہے کہ سردی کا موسم تھا چادریں لپٹی ہوئی تھیں۔ اس عذر کی وجہ سے چادریوں کے اندر ہی سینے تک ہاتھ اٹھائے۔

(نوت) اگر غیر مقلدین ان مختلف روایات کے درمیان نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فیصلہ صحیح صریح مرفوع متصل حدیث میں دکھاویں۔ کہ آپ نے کندھوں تک ہاتھ اٹھانے کا حکم دیا ہوا اور کانوں تک اٹھانے سے منع کیا ہو۔ یا آپ نے اختیار دیا ہو کہ تمہیں اختیار ہے جیسے چاہو کرو یا کندھوں تک ہاتھ اٹھانے کی حدیث راجح ہے۔ اور اس حدیث کی صحت امتنیوں کے اقوال و آراء کی تقلید کیے بغیر ثابت کر دیں تو ہم ایک لاکھ روپیہ انعام دیں گے۔ ورنہ دھوکہ دینا چھوڑ دیں کہ ہم صرف قرآن و حدیث پر عمل کرتے ہیں۔ اور تقلید نہیں کرتے۔



نماز میں ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا

سوال: کیا ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کی کوئی ولیل ہے؟

جواب: ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا نبی پاکصلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام، تابعین، تابعین تابعین کے عمل سے ثابت ہے ملاحظہ کیجئے۔

۱. عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ وَائِلٍ بْنِ حُجْرٍ عَنْ أَبِيهِ قَابَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَضَعَ يَمِينَهُ عَلَى شِمَالِهِ فِي الصَّلَاةِ تَحْتَ السُّرَّةِ.

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳۹۰ ص ۳۹۰)

حضرت والل بن حجر سے روایت ہے فرمایا میں نے بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا آپ نے نماز میں اپنادا ہنا ہاتھ با میں ہاتھ پر زیر ناف رکھا۔

۲. عَنْ عَلِيٍّ قَالَ مِنْ سُنَّةِ الصَّلَاةِ وَضُعُّ الْأَيْدِيْ تَحْتَ السُّرَّةِ.

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳۹۱ ص ۳۹۱ مسند احمد ج ۱۱۰)

حضرت علیؑ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ نماز کی سنت میں سے ہے دائیں ہاتھ کو با میں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھنا۔

۳. قَالَ الْحَجَاجُ بْنُ حَسَّانٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا مِجْلِزَ أَوْ سَالَتَهُ قَالَ قُلْتُ كَيْفَ يَصْنَعُ قَالَ يَضْعُ بَاطِنَ كَفِ يَمِينَهُ عَلَى ظَاهِرِ كَفِ شِمَالِهِ وَيَجْعَلُهَا أَسْفَلَ مِنَ السُّرَّةِ. (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳۹۱ و آثار السنن ص ۱۷ و قال اسنادہ صحیح)

حضرت حجاج بن حساب کہتے ہیں کہ میں نے ابو محلہؓ سے سنایا دریافت کیا کہ نمازی ہاتھ کس طرح رکھنے تو انہوں نے کہا دائیں ہاتھ کی ہتھیلی با میں ہاتھ کے بیرونی حصہ پر رکھنے اور اس کو ناف کے نیچے رکھنے۔

۴. عَنْ إِبْرَاهِيمَ قَالَ يَضْعُ يَمِينَهُ عَلَى شِمَالِهِ فِي الصَّلَاةِ تَحْتَ السُّرَّةِ.

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳۹۰ آثار السنن ص ۱۷ سنادہ حسن)

غیر مقلدین کی گستاخی

غیر مقلد عالم مولانا محمد حنفی فرید کوئی ان حدیثوں کی یوں تو ہیں کرتا ہے۔ آپ اور آپ کے مقتدی تو بالکل ہی آلہ تناصل پر ہاتھ باندھتے ہیں جس سے وضوٹوٹ جانے کا خطرہ ہے۔ (قول حق ص ۳۱)

نوت ۱: غیر مقلد اپنا دایاں ہاتھ بائیں کہنی پر اور بایاں ہاتھ دائیں کہنی پر رکھ کر دونوں ہاتھ سینے پر رکھ لیتے ہیں اگر غیر مقلدین اپنے اس عمل پر صحاح ستہ سے ایک صحیح صریح مرفوع متصل حدیث پیش کر دیں اور اس حدیث کی صحیت اور ہماری پیش کردہ حدیثوں کا ضعف امتیوں کے اقوال و آراء کی تقلید کئے بغیر ثابت کر دیں تو ہم ایک لاکھ روپیہ انعام دیں گے۔

نوت ۲: غیر مقلدین کے شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امر تسری نے فتاویٰ شناسیہ ج اص ۳۲۳ میں لکھا ہے سینے پر ہاتھ باندھنے کی احادیث بخاری اور مسلم اور ان کی شروح میں بکثرت ہیں نیز فتاویٰ شناسیہ ج اص ۳۵۷ میں لکھابنی صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں سینے پر ہاتھ باندھا کرتے تھے۔ صحیح بخاری میں بھی ایک ایسی حدیث آئی ہے۔ اور مجاهدین لشکر طیبہ کا نصابی کتابچہ ریاض المجاہدین کے ص ۹۰ پر عنوان دیا ہے سینے پر ہاتھ باندھنا۔ اور حوالہ بخاری باب نمبر ۳۷۱ صفحہ ۳۷۱ ج ۱۔ دیا ہے اسی طرح سنن نسافی کا حوالہ دیا ہے۔ اگر وہ حدیث مع عربی متن و سند بخاری، مسلم، سنن نسافی میں دکھادیں تو ہم ایک لاکھ روپیہ انعام دینگے۔



حضرت ابراہیم بن حنفی نے کہا کہ اپنا دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھے۔

۵. عن أبي هريرة قال وضع الكف على الصلة تحت السرة
(الجوهر لنقی علی الحبیقی ج ۲ ص ۳۲ محلی ابن حزم ج ۱)

حضرت ابو ہریرہؓ نے کہا کہ ہاتھ کو ہاتھ پر نماز میں ناف کے نیچے رکھا جائے۔

۶. عن أنس قال ثلاث من أخلاق النبوة تعجيل الإفطار وتأخير السحور
ووضع اليد اليمنى على الصلة تحت السرة
(الجوهر لنقی علی الحبیقی ج ۲ ص ۳۲ محلی ابن حزم ج ۳ ص ۳۰)

حضرت انسؓ نے فرمایا تین باتیں نبوت کے اخلاق میں سے ہیں روزہ کے افطار میں جلدی کرنا اور سحری میں تاخیر کرنا اور دوائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر نماز میں ناف کے نیچے رکھنا۔

۷. عن أمير المؤمنين علي قال إن من السنة في الصلة وضع اليمين على الشمال تحت السرة (دارقطني والبيهقي مندابل بيت ص ۱۷۲)

امیر المؤمنین علیؑ سے روایت ہے آپؐ نے فرمایا نماز میں سنت یہ ہے کہ اپنے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھے اور ناف کے نیچے باند ہے۔ یاد رہے مندابل بیت غیر مقلدین کی کتاب ہے۔ اس کا مصنف محمد بن محمد الباقری ہے جو دو واسطوں سے میاں نذیر حسین کا شاگرد ہے جیسا کہ اس مندابل کے ص ۸ پر درج ہے۔ آدمی کی عجز و انكساری اور فطرتی ادب کا تقاضا بھی یہی ہے۔

اگر غیر مقلدین سینہ پر ہاتھ باند ہنے کے ساتھ سنت کا لفظ دکھادیں تو ہم ان کو سچا مان لیں گے۔



اللہ علیہ وسلم نماز شروع کرتے تکبیر کے ساتھ اور قراءۃ الحمد اللہ رب العالمین کے ساتھ (مسلم ج ۱ ص ۱۹۲) نیز امام نسائی نے ج ۱ ص ۱۳۲، ۱۳۳ پر چار باب قائم کئے ہیں باب الدُّعَاءِ بَيْنَ التَّكْبِيرِ وَالْقِرَاءَةِ وَالنَّوْمِ میں قراءۃ سے مراد فاتحہ ہے کیونکہ یہ دعائیں تکبیر تحریکہ اور فاتحہ کے درمیان پڑھی جاتی ہیں۔ پس معلوم ہوا کہ امام نسائیؓ کے نزدیک فاتحہ قراءۃ ہے۔

(نوٹ) اگر غیر مقلدین صرف اور صرف ایک صحیح صریح مرفوع متصل حدیث پیش کر دیں جس میں صراحة ہو کہ فاتحہ قراءۃ نہیں ہے اور اس حدیث کی صحت اور ہماری پیش کردہ حدیثوں کا ضعف امتنیوں کے اقوال و آراء کی تقلید کئے بغیر ثابت کر دیں تو ہم ایک لاکھ روپیہ انعام دیں گے۔

فائدہ: ہم نے یہ تحقیق اس لیے کھھی ہے کہ آگے دلائل میں جہاں قراءۃ کا الفاظ آیگا وہاں فاتحہ بھی اس میں داخل ہو گی کیونکہ فاتحہ بھی قراءۃ ہے پس جو حکم قراءۃ کا ہو گا وہی فاتحہ کا ہو گا۔

محل نزاع

غیر مقلدین کا دعویٰ ہے کہ نبی علیہ السلام کی اخیر زندگی تک صحابہ کرامؐ اپنے صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے قراءۃ کرتے رہے۔ جبکہ اہل السنۃ والجماعۃ کا دعویٰ یہ ہے کہ پہلے امام کی پیچھے قراءۃ ہوتی تھی بعد میں متروک ہو گئی اور امام کی قراءۃ کو ہی مقتدى کی قراءۃ قرار دیا گیا اور مقتدى کو خاموش رہنے اور امام کی قراءۃ پر اتفاقاً کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

گویا امام و مقتدى دونوں کی نماز قراءۃ کے ساتھ ہوتی ہے۔ امام کی اس لئے کہ خود اس نے قراءۃ کی ہے مقتدى کی اس لئے کہ امام کی قراءۃ مقتدى کی قراءۃ ہے جبکہ غیر مقلدین کا دعویٰ ہے کہ امام کی قراءۃ مقتدى کی قراءۃ نہیں بلکہ وہ اپنی قراءۃ جدا کریگا۔

ہمارے پاس پانچ قسم کے دلائل ہیں:

قسم اول: امام کی قراءۃ مقتدى کی قراءۃ ہے ملاحظہ کیجئے۔

(۱) حضرت جابر بن عبد اللہؓ سے مروی ہے کہ ظہر یا عصر کی نماز میں ایک شخص نے نبی علیہ السلام کے پیچھے قراءۃ کی اتنا نماز میں ایک آدمی نے اشارہ سے اس کو قراءۃ سے منع کیا

جب نماز سے فارغ ہوئے تو قراءۃ کرنیوالے نے منع کرنے والے سے کہا کہ تم مجھے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پیچھے قراءۃ کرنے سے کیوں روکتے ہو وہ دونوں یہ باتیں کر رہے تھے کہ نبی علیہ السلام نے انکی گفتگوں لی اور ارشاد فرمایا جو شخص امام کے پیچھے نماز پڑھتا ہوا سکیلے امام کی قراءۃ ہی کافی ہے۔ (کتاب القراءۃ بیہقی ص ۱۲۶)

(۲) حضرت جابر بن عبد اللہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے امام کے پیچھے نماز پڑھی تو امام کی قراءۃ ہی اسکی قراءۃ ہے۔ (موطا امام محمد ص ۹۸)

(۳) حضرت جابر بن عبد اللہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے امام کی اقتداء کی تو امام کی قراءۃ ہی مقتدی کی قراءۃ ہے۔ (مصنف ابن الی شیبیرج اص ۷۷)

(۴) حضرت جابر فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے امام کی اقتداء کی تو امام کی قراءۃ ہی مقتدی کی قراءۃ ہے۔ (فتح القدر بیہقی ص ۲۹۵ من مسن احمد بیہقی ص ۳۳۹)

(۵) حضرت جابر بن عبد اللہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے امام کی اقتداء کی تو امام کی قراءۃ ہی مقتدی کی قراءۃ ہے۔ (کتاب القراءۃ بیہقی ص ۱۳۸)

(۶) حضرت عبد اللہ بن شدادؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عصر کی نماز میں امامت کرائی اور ایک شخص نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے قراءۃ کی جو نمازی اس کے ساتھ کھڑا تھا۔ اس نے اس کا ذرا بدن دبایا تاکہ قراءۃ سے باز آجائے۔ جب نماز ہو چکی تو اس نے کہا کہ تم نے مجھے کیوں دبایا تھا۔ منع کرنیوالے نے کہا چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم آگے قراءۃ کر رہے تھے میں نے مناسب نہ سمجھا کہ تم بھی قراءۃ کرو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں کی باتیں سن کر ارشاد فرمایا جس نے امام کی اقتداء کی تو امام کی قراءۃ ہی مقتدی کی قراءۃ ہے۔ (موطا امام محمد ص ۱۰۱)

(۷) حضرت ابو درداء فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ ہر

نماز میں قراءۃ ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ہاں! ایک انصاری بولے تو پھر قراءۃ ضروری ہو گئی حضرت ابو درداء فرماتے ہیں کہ تمام اہل مجلس میں رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے زیادہ قریب میں تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا میں تو یہی جانتا ہوں کہ امام کی قراءۃ مقتدیوں کو کافی ہے۔ (دارقطنی ج ۱ ص ۳۳۲)

(۸) حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے امام کی اقتداء کی تو امام کی قراءۃ ہی مقتدی کی قراءۃ ہے۔ (کتاب القراءۃ ص ۱۷۰)

(۹) حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا جس کیلئے امام ہوتا امام کی قراءۃ ہی اس کی قراءۃ ہے۔ (کتاب القراءۃ للبیهقی ص ۱۵۶)

(۱۰) حضرت عبد اللہ بن عباسؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے امام کی قراءۃ کافی ہے چاہے وہ آہستہ آواز سے قراءۃ کرے یا اوپھی آواز سے۔ (دارقطنی ج ۱ ص ۳۳۱)

(۱۱) حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو نماز پڑھائی نماز سے فارغ ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کیا تم قراءۃ کرتے ہو جبکہ امام قراءۃ کر رہا ہو تو صحابہ کرام چپ رہے آپؐ نے تین بار یہی سوال کیا صحابہ کرام بولے کہ ہم ایسا کرتے ہیں آپؐ نے فرمایا ایسے مت کرو۔ (شرح معانی الآثار ۱۵۹)

(۱۲) نواس بن سمعانؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ظہر کی نماز پڑھی میری دہنی طرف ایک انصاری صحابیؓ تھے انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے قراءۃ کی اور میری بائیں جانب قبیلہ مزینہ کے ایک صاحب تھے جو کنکریوں سے کھیل رہے تھے۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا میرے پیچھے کس نے قراءۃ کی انصاری بولے میں نے یا رسول اللہ آپؐ نے فرمایا ایسا مت کرو کیونکہ جو امام کی اقتداء کرے تو امام کی قراءۃ ہی مقتدی کی قراءۃ ہے۔ جو صاحب کنکریوں سے کھیل رہے تھا ان سے فرمایا تمہیں نماز سے یہی حصہ ملا ہے۔ (کتاب القراءۃ للبیهقی ص ۱۷۶)

(۱۳) یحیی بن عبد اللہؓ اور یزید بن ابی عیاضؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا تم میں سے جس کیلئے امام ہوا اور وہ اس امام کی اقتداء کرے تو مقتدی اسکے ساتھ ہرگز قراءۃ نہ کرے کیونکہ امام کی قراءۃ ہی اس کی قراءۃ ہے۔ (کتاب القراءۃ للشیعی ص ۱۸۳)

نوت: اگر غیر مقلدین صرف اور صرف ایک صحیح صریح مرفوع متصل حدیث پیش کر دیں کہ امام کی قراءۃ مقتدی کی قراءۃ نہیں اور اس حدیث کی صحت اور ہماری پیش کردہ حدیثوں کا ضعف انتیوں کے اقوال و آراء کی تقلید کے بغیر ثابت کر دیں تو ہم ایک لاکھ روپیہ انعام دیں گے۔

قسم دوم: امام کی قراءۃ کے وقت مقتدی خاموش رہیں۔

- (۱) ہماری اس دلیل کی پانچ خوبیاں ہیں۔
 - کتاب صحاح سنته میں سے ہے۔
 - قرآن کریم کی آیت ہے۔
 - اس پر تفسیر کا عنوان ہے۔
 - تفسیر مرفوع متصل حدیث کے ساتھ کی گئی ہے۔

۵۔ اور اس حدیث کو صحاح سنته کے مولفین میں سے امام مسلمؓ نے صحیح مسلم ج ۲۷ اپر اس کو صحیح کہا ہے وہ کتاب سنن نسافی ہے۔ ج ۲۶۱۔ قرآن کی آیت یہ ہے۔ ﴿وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا لَعَلَّكُمْ تُرَحَّمُونَ﴾ (الایہ) اور جب قرآن پڑھا جائے تو اس کی طرف خوب کان لگا اور خاموش رہتا کہ تم پر حرم کیا جائے۔ اس پر امام نسافی نے عنوان قائم کیا ہے تاویل قوله عزوجل الح نیعی اللہ عزوجل کے قول کی تفسیر۔ تفسیر کی ضرورت اس لئے پیش آئی کہ اس آیت میں تین امور غیر واضح ہیں۔ (۱) قراءۃ کرنے والا کون ہے (۲) کس وقت اور کس حالت میں قراءۃ کی جائے (۳) کان لگانے اور خاموش رہنے کا حکم کن لوگوں کو ہے۔ امام نسافی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کے ساتھ تفسیر کے یہ تینوں امور واضح کر دیئے ہیں وہ حدیث یہ ہے حضرت ابو هریرہؓ فرماتے ہیں امام اس لئے ہے تاکہ اس کی اقتداء کی جائے سو جب وہ تکبیر کہے تم تکبیر کہو۔ اور جب وہ قراءۃ کرے تم خاموش رہو اس سے معلوم ہو گیا کہ قراءۃ کرنے والا امام ہے اور وہ نماز کی حالت میں قراءۃ کرتا ہے و کان لگانے خاموش رہنے کا حکم مقتدیوں کو ہے اس قوی دلیل سے ثابت ہوا کہ امام جب قراءۃ

کرے تو مقتدی خاموش رہیں اور چونکہ خاموش رہنے کا حکم امام کی قراءۃ پر مرتب ہو رہا ہے اور وہ جہری و سری دونوں نمازوں میں قراءۃ کرتا ہے تو مقتدی بھی دونوں نمازوں میں خاموش رہے۔ خواہ قراءۃ فاتحہ وہ یا غیر فاتحہ اور یہاں استماع اور انصات کا وہی معنی ہے جو صحیح بخاری جلد ا صفحہ ۳ پر فاتحہ قرانہ کی تفسیر میں ہے فاستمع لہ و انصت یعنی کان لگا اور اس طرح خاموش رہ کہ زبان کو حرکت بھی نہ ہو۔ اس کے مقابلہ میں غیر مقلدین کے پاس ان خوبیوں کی حامل ایک بھی دلیل نہیں اگر اس آیت کی کوئی غیر مقلد و سری تفسیر کرے تو وہ بھی صحاح ستہ میں سے کسی کتاب میں صحیح حدیث کے ساتھ تفسیر پیش کرے محض احتمالات اور کمزور روایتوں کی وجہ سے اس اعلیٰ درجہ کی تفسیر کو نہیں چھوڑا جاسکتا۔

(۱) ابو موسیٰ اشعریؓ فرماتے ہیں۔ کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خطاب فرمایا اور سنت کے مطابق زندگی بسر کرنے کی تلقین فرمائی۔ اور نماز کا طریقہ بتلایا اور یہ فرمایا کہ نماز پڑھنے سے قبل اپنی صفوں کو درست کر او پھر تم میں سے ایک تمہارا امام بنے جب وہ تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور جب وہ قراءۃ کرے تو تم خاموش رہو۔ اور جب وہ ولاۃ الصالین کہے تو تم آمین کہو۔ (بروایت جریعن سلیمان عن قنادہ۔ مسلم جلد ا صفحہ ۲۷)

(۲) حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں نماز سکھائی فرمایا جب تم نماز پڑھنے کھڑے ہو تو تم میں سے ایک تمہارا امام بنے۔ وَإِذَا قُرِأَ (الامام) فَأَنْصِتُوا۔ اور جب وہ امام قراءۃ کرے تو تم خاموش رہو۔

(منڈاہمنج ۲۔ ص ۳۱۵، صحیح ابی عوادت ج ۲ ص ۱۳۳، ابن ماجہ ص ۶۱)

(۳) حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا امام اس لئے مقرر کیا جاتا ہے۔ کہ اسکی اقتداء کی جائے سو جب وہ تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور جب وہ قراءۃ کرے تو تم خاموش رہو۔ (نسائی ج اص ۷۰، مصنف ابن ابی شیبہ ج اص ۳۷)

(۴) حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا امام اس لئے مقرر کیا جاتا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے سو جب وہ تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو وَإِذَا قُرَأَ فَأَنْصِتُوا اور جب وہ قراءۃ کرے تو تم خاموش رہو۔

(ابن ماجہ ص ۶۱ منڈاہمنج ۲ ص ۳۷۶)

(۵) حضرت انسؓ سے مردی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب امام قراءۃ کرے تو تم خاموش رہو۔ (کتاب القراءة للبیهقی ص ۱۱۳)

(۶) حضرت عمر بن خطابؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن ظہر کی نماز پڑھائی تو ایک صاحب اپنے جی ہی جی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قراءۃ کرنے لگئے نماز پوری ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ کیا تم میں سے کسی نے میرے ساتھ قراءۃ کی ہے تین دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سوال کیا ایک صاحب بولے جی ہاں یا رسول اللہ میں ﴿سبح اسم ربک الا علی﴾ پڑھ رہا تھا آپؓ نے فرمایا کیا ہو گیا کہ مجھے قرآن کی قراءۃ میں کٹکش میں ڈال دیا جاتا ہے کیا تمہیں امام کی قراءۃ کافی نہیں ہے امام تو بنایا ہی اس لیے جاتا ہے کہ اسکی اقتداء کی جائے لہذا فَإِذَا أَقْرَأْ فَانصُتُوا جب وہ قراءۃ کرے تو تم خاموش رہا کرو۔ (کتاب القراءة ص ۱۱۵، ۱۶۳)

نوت: اگر غیر مقلدین صرف اور صرف ایک حدیث صحیح صریح مرفوع متصل پیش کر دیں جسمیں آپؓ نے مقتدیوں کو **إِذَا كَبَرَ فَكَبِرُوا إِذَا كَعَ فَأَكَعُوا إِذَا سَجَدَ فَاسْجُدُوا** کی طرح حکم دیا ہو **إِذَا قَرَأَ فَاقْرُأْ** اور اس حدیث کی صحت اور ہماری پیش کردہ حدیثوں کا ضعف ایتیوں کے اقوال و آراء کی تقلید کئے بغیر ثابت کر دیں تو ہم ایک لاکھ روپیہ انعام دیں گے۔

مدک رکوع مدرک رکعت ہے!

اگر کوئی مقتدی امام کے ساتھ رکوع میں شامل ہو جائے تو اس کی رکعت ہو جاتی ہے بشرطیکہ اس نے تکبیر تحریکہ کہنے کی مقدار قیام بھی کیا ہو اور تکبیر تحریکہ بھی کہی ہو مقتدی کی پیر رکعت اس لئے ہو جاتی ہے کہ امام کی قراءۃ مقتدی کی قراءۃ ہے خواہ اس نے شروع سے امام کے پیچھے اقتداء کی ہو یا قراءۃ کے درمیان میں آ کر شامل ہوا ہو رکوع میں شامل ہوا ہو اگر مقتدی پر اپنی قراءۃ فرض ہوتی تو مدرک رکوع کی رکعت نہ ہونی چاہے حالانکہ احادیث سے ثابت ہے کہ مدرک رکوع مدرک رکعت ہوتا ہے۔

احادیث ملاحظہ کیجئے۔

(۱) حضرت ابو بکرؓ سے اس حالت میں پہنچ کر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم رکوع میں تھے انہوں نے صفتک پہنچنے سے قبل ہی رکوع کر لیا پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو کہا اَذَكَ اللَّهُ

حرصاً وَلَا تُعِدُ اللَّهُ تَعَالَى تِيرَةً حرصاً كُوْزِيادَهَ كَرَے اُور مُتْلُوَنَاتُو (یعنی نماز کو) بخاری ج ۱ ص ۱۰۸) حافظ محمد اسماعیل شارح بلوغ المرام فرماتے ہیں کہ لَا تُعِدُ عادَهَ سے مشق ہے۔ یعنی اللَّهُ تَعَالَى تِجَھَ میں طلب خیر کے حرص کو زیادہ کرے اور اپنی نماز کو نہ لوٹا کیونکہ وہ صحیح ہے۔

(سلیمان السلام ج ۲ ص ۵۳ حدیث ۲۱)

(۱) ابو داؤد۔ ج ۱ ص ۱۲۹: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے رسول اللَّهِ صَلَّی اللَّهُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا جب تم نماز کی طرف آؤ اور ہم سجدہ میں ہوں تو سجدہ کرو اور اس کو کچھ بھی شمارنہ کرو وَمَنْ أَذْرَكَ الرَّكْعَةَ فَقَدْ أَذْرَكَ الصَّلَاةَ اور جس نے رکوع کو پالیا اس نے نماز کو پالیا۔

(۲) حافظ ابن حجر عسقلانی تخلیص جیرج ۲ ص ۲۱ میں فرماتے ہیں میں نے صحیح ابن خزیمہ کا مطالعہ کیا تو اس میں یہ حدیث پائی: حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں رسول اللَّهِ صَلَّی اللَّهُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا گھس نے امام کے ساتھ رکوع کو پالیا قبل اس کے کہ وہ اپنی کمر سیدھی کرے پس تحقیق اس نے رکعت کو پالیا: مزید حدیثیں فتاویٰ ستاریہ ج ۱ ص ۵۳ تا ص ۷۵ میں ملاحظہ فرمائیں اور آثار صحابہؓ مصنفوں ابن الیشیبہ طبع کراچی جلد اول ص ۲۲۲ ص ۲۵۳، ص ۲۵۴ پر ملاحظہ ہوں۔

نوٹ: اگر غیر مقلدین صرف اور صرف ایک صحیح صریح مرفوع متصل حدیث پیش کریں جس میں صراحتاً مذکور ہو کہ درک رکوع کی رکعت نہیں ہوتی اور اس حدیث کی صحت اور ہماری پیش کردہ احادیث کا ضعف انتیوں کے اقوال و آراء کی تقلید کیے بغیر ثابت کر دیں تو ایک لاکھ روپیہ انعام دیں گے۔

قسم چہارم:

(۱) حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے رسول اللَّهِ صَلَّی اللَّهُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا ہر وہ نماز جسمیں ام الکتاب نہ پڑھی جائے وہ ناقص ہے مگر امام کے پیچھے۔ (کتاب القراءة بیہقی ص ۱۷۱)

(۲) حضرت جابرؓ سے روایت ہے میں نے رسول اللَّهِ صَلَّی اللَّهُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سے سنا آپ صَلَّی اللَّهُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا جس شخص نے نماز پڑھی اور اس میں سورۃ فاتحہ نہیں پڑھی اس نے نماز ہی نہیں پڑھی مگر امام کے پیچھے (یعنی امام کے پیچھے فاتحہ کے بغیر ہو جاتی ہے۔ (کتاب القراءة بیہقی ص ۱۳۶)

(۳) حضرت جابرؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں رسول اللَّهِ صَلَّی اللَّهُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا ہر وہ نماز جس میں سورۃ فاتحہ نہ پڑھی جائے وہ ناقص ہے مگر امام کے پیچھے۔

(کتاب القراءة بیہقی ص ۱۷۱، ۱۳۶، سنن کبریٰ للبیہقی ج ۲ ص ۶۹)

(۲) حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے وہ نمازوں میں سورۃ فاتحہ نہ پڑھی جائے وہ نمازوں میں مگر امام کے پیچھے (کتاب القراءة نیشنل ص ۳۷۱) ان روایات کے علاوہ اس مضمون کی مزید احادیث کتاب القراءة کے ان صفحات پر ملا حظہ فرمائیں ص ۱۳۸ ص ۱۲۲ نیز سنن دارقطنی ج ۱ ص ۳۲۷۔ موطا مالک ص ۶۶ سنن ترمذی ص ۱۷۱ اور حافظ ابن حجر عسقلانی شرح نخبۃ الفکر میں قاعدہ لکھتے ہیں و بکثرۃ الطرق صحیح کثرت اسناد کی وجہ سے حدیث کو صحیح قرار دیا جاتا ہے۔

نوت: قراءۃ خلف الامام کے متعلق پانچ طرح کی مختلف روایات ہیں۔

(۱) لَا صَلُوةٌ لِمَنْ لَمْ يَقْرَأْ بِأَمْ الْقُرْآنِ فَصَاعِدًا۔ (مکلوۃ ص ۸۷ بحوالۃ صحیح مسلم) اس آدمی کی نمازوں میں جس نے سورۃ فاتحہ اور زائد سورۃ کو نہیں پڑھا۔

(۲) لَا تَكْلُوْةٌ لِمَنْ لَمْ يَقْرَأْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ۔ (مکلوۃ ص ۸۷) اس آدمی کی نمازوں میں جس نے فاتحہ الکتاب کو نہیں پڑھا اس میں زائد سورت کو نہ لازم کیا گیا ہے منع کیا گیا ہے۔

(۳) عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّابِيْتِ قَلَا تَقْرَءُ وَابْشِّيْنِي مِنَ الْقُرْآنِ إِذَا جَهَرْتُ إِلَّا بِأَمِ الْقُرْآنِ۔ (مکلوۃ ص ۸۱)

جب میں اوپنچی آواز سے قراءۃ کروں تو قرآن میں سے کچھ نہ پڑھو مگر امام القرآن اس حدیث میں جہری اور سری نمازوں میں فرق کیا گیا ہے کہ جہری نمازوں (مغرب، عشاء و فجر) میں امام کے پیچھے زائد سورۃ منع ہے لیکن سری میں منع نہیں ورنہ جہری نمازوں کی خصیص کا کیا فائدہ خلاصہ یہ کہ جہری میں امام کے پیچھے صرف فاتحہ پڑھو زائد سورت نہ پڑھو مگر سری (ظہر و عصر) نمازوں میں امام کے پیچھے فاتحہ کے ساتھ زائد سورہ پڑھنے کی اجازت ہے۔ (۲) حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک جہری نماز سے فارغ ہوئے تو پوچھا کیا تم میں سے کسی نے ابھی میرے ساتھ قراءۃ کی ہے ایک آدمی کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں بھی سوچتا ہوں میرے ساتھ قرآن کا جھٹڑا کیوں کرایا جا رہا ہے حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں یہ بات سن کر لوگ جہری نمازوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قراءۃ کرنے سے رک گئے یعنی قراءۃ خواہ فاتحہ ہو یا زائد سورت دونوں سے جہری نمازوں میں رک گئے۔ لیکن سری نمازوں میں فاتحہ پڑھتے رہے۔ (مکلوۃ ج ۱ ص ۸۱)

(۵) حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا امام اس لیے ہے تاکہ اس کی اقتدا کی جائے سو جب وہ تکبیر کہے تم تکبیر کہو اور جب وہ قراءۃ کرے تم خاموش رہو (مشکوٰۃ شریف ج ۸۱ ص ۸۱) اس میں جہری و سری اور فاتحہ و غیر فاتحہ کا فرق ختم کر کے عام حکم کے طور پر فرمایا جب امام قراءۃ کرے تم خاموش رہو۔ ہمارے امام اعظم ابو حنیفہؓ کی ان مختلف روایات کے بارے میں فقیہانہ اور مجتہدانہ رائے یہ ہے کہ قراءۃ کے مسئلہ میں تبدیلی ہوتی رہی ہے۔ اخیر میں مقتدیوں کو علی الاطلاق خاموش رہنے کا حکم دیا۔ اور امام کی قراءۃ کو ہی مقتدیوں کی قراءۃ قرار دیا گیا۔ اگر غیر مقلدین ان مختلف متفاہ روایات کے متعلق نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ صحیح صریح مرفوع متصل حدیث میں صراحتہ دکھا دیں اور اس حدیث کی صحت بھی امتیوں کے اقوال و آراء کی تقلید کیے بغیر ثابت کر دیں تم ہم لاکھ روپیہ انعام دیں گے۔

قسم پنجم: قراءۃ خلف الامام کے بارے میں شدت

۱۔ نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْقِرَاءَةِ خَلْفَ الْأَمَامِ۔

(مصنف عبدالرزاق ج ۲ ص ۱۳۹)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امام کے پیچھے قراءۃ کرنے سے منع فرمایا ہے۔

۲۔ موسی بن عقبہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابو بکر، عمر عثمان رضوان اللہ علیہم السلام عین امام کے پیچھے قراءۃ کرنے سے منع فرماتے تھے۔ (مصنف عبدالرزاق ج ۲ ص ۱۳۹)

۳۔ عبد الرحمن بن أبي لیلیؓ کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ امام کے پیچھے قراءۃ کرنے سے منع کرتے تھے۔ (مصنف عبدالرزاق ج ۲ ص ۱۳۸)

۴۔ زید بن اسلمؓ کہتے ہیں حضرت ابن عمرؓ امام کے پیچھے قراءۃ کرنے سے منع کرتے تھے۔

(مصنف عبدالرزاق ج ۲ ص ۱۳۰)

۵۔ حضرت عمر بن خطابؓ فرماتے ہیں مجھے یہ پسند ہے کہ جو شخص امام کے پیچھے قراءۃ کرتا ہے اس کے منہ میں پتھر ہو۔ (مصنف عبدالرزاق ج ۲ ص ۱۳۸)

۶۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں جو امام کے پیچھے قراءۃ کرتا ہے اس کی فطرت خراب ہے۔ (مصنف عبدالرزاق ج ۲ ص ۱۳۷)

۷۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں جس نے امام کے پیچھے قراءۃ کی اس کی نماز ہی نہیں ہوئی۔

(مصنف عبدالرزاق ج ۲ ص ۱۳۹)

۸۔ حضرت زید بن ثابتؓ فرماتے ہیں جو امام کے پیچھے قراءۃ کرتا ہے اس کی نماز نہیں ہوتی۔

(مصنف عبدالرزاق ج ۲ ص ۱۳۷۔ مصنف ابن الیثیب ج ۱ ص ۲۱۳)

۹۔ حضرت عبد اللہ بن مسحودؓ فرماتے ہیں جو امام کے پیچھے قراءۃ کرتا ہے اس کے منہ میں انگارے ہوں۔ (مصنف عبدالرزاق ج ۲ ص ۱۳۸)

۱۰۔ حضرت سعدؓ فرماتے ہیں مجھے یہ پسند ہے کہ جو امام کے پیچھے قراءۃ کرتا ہے اس کے منہ میں انگارے ہوں۔ (مصنف ابن الیثیب ج ۱ ص ۲۱۲)

۱۱۔ اسو بن یزید تابعؓ فرماتے کہ مجھے یہ پسند ہے کہ جو امام کے پیچھے قراءۃ کرتا ہے اس کا منہ مٹی سے بھرا جائے۔ (مصنف عبدالرزاق ج ۲ ص ۱۳۸)

۱۲۔ حضرت علقمہ بن قیسؓ فرماتے ہیں مجھے پسند ہے کہ جو امام کے پیچھے قراءۃ کرتا ہے اس کا منہ گرم پتھروں سے بھرا جائے۔ (مصنف عبدالرزاق ج ۲ ص ۱۳۸)

نوت:

(۱) اگر غیر مقلدین امام کے پیچھے فاتحہ کی فرضیت اور ۱۱۳ سورتوں کی حرمت کے بارے میں صحیح صریح مرکوز متصل حدیث پیش کر دیں۔

(۲) قراءۃ خلف الامام کے بارے میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین کا تاکیدی حکم پیش کر دیں۔

(۳) امام کے پیچھے قراءۃ نہ کرنے پر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے کوئی سخت وعید کی صحیح حدیث پیش کر دیں۔ اور ان احادیث کی صحیت اور ہماری پیش کردہ احادیث کا ضعف امتنیوں کے اقوال و آراء کی تقلید کئے بغیر ثابت کر دیں تو ہم ایک لاکھ روپیہ انعام دیں گے۔

سوال: ابن ماجہ ص ۷۸ مسند احمد ج ۲ ص ۲۳۲ میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مرض الوقات میں مسجد میں تشریف لائے حضرت ابو بکر صدیقؓ مکبر بن گئے آپ امام تو آپ نے قراءۃ وہاں سے آگے شروع کی جہاں حضرت ابو بکرؓ نے چھوڑی تھی۔ اس کے مطابق آپ کی پوری فاتحہ یا فاتحہ کا کچھ حصہ رہ گیا۔ سوال یہ ہے کہ فاتحہ کے بغیر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز درست ہوئی یا نہیں۔

آمین آہستہ کہنا مسنون ہے

سوال: سنی حضرات آمین آہستہ کہتے ہیں کیا اس پر کوئی دلیل ہے؟
جواب: ہمارے پاس دلیل ہے ملاحظہ فرمائیں۔

۱۔ آمین دعا ہے گیا رہویں پارہ میں ﴿وَقَالَ مُوسَى رَبِّنَا إِنَّكَ أَنْتَ مُوْلَى عَلَيْهِ السَّلَامُ نَعَمْ دُعَا﴾ کی لیکن قبولیت کے بیان میں ہے ﴿قَدْ أَجَبَيْتَ دُعَوَ تُكَمِّلَ﴾ تم دونوں کی دعا قبول کر لی گئی۔ دراصل موسیٰ علیہ السلام دعا کر رہے تھے۔ حضرت ہارون علیہ السلام آمین کہہ رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت ہارون کی آمین کو بھی دعا کہا ہے۔ (تفصیر درمنشور ج ۳ ص ۱۵۳ تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۲۰۶) اور بخاری رج ۷۰۷ میں ہے قال عطاء آمین دعا، حضرت عطا تابی نے فرمایا آمین دعا ہے۔ تفسیر خازن رج ۲ ص ۲۰۶ میں ہے اس کا معنی اللہم استجب آے اللہ قبول فرمائیے یعنی معنی بھی دعا والا ہے اور دعا کے متعلق اللہ تعالیٰ کا حکم ہے ﴿أَذْعُوا رَبَّكُمْ تَضْرُغَ عَوْنَاحْفَيْةَ﴾ اپنے رب سے دعا کرو عاجزی کے ساتھ اور آہستہ الہذا آمین چونکہ دعا ہے تو قرآن کے اس حکم کے مطابق آہستہ ہونی چاہے امام فخر الدین رازی شافعی مسلک رکھتے ہیں جن کے ہاں آمین جھرا کہنا افضل ہے اس کے باوجود امام موصوف اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں امام ابوحنیفہ کے نزدیک آمین آہستہ کہنا افضل ہے اور امام شافعی کے نزدیک آمین بلند آواز سے کہنا افضل ہے امام ابوحنیفہ کی دلیل یہ ہے کہ آمین میں دواحتمال ہیں یاد دعا ہے یا اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے ہے جس اگر دعا ہے تو اللہ تعالیٰ کے قول ﴿أَذْعُوا رَبَّكُمْ تَضْرُغَ عَوْنَاحْفَيْةَ﴾ کی وجہ سے آمین آہستہ کہنا واجب ہے۔ اور اگر اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے کوئی نام ہے تو اللہ تعالیٰ کے فرمان ﴿وَادْكُرْ رَبَّكَ فِي نَفْسِكَ تَضْرُغَ عَوْنَاحْفَيْةَ﴾ کی وجہ سے بھی آمین میں اخفاء واجب ہے اور اگر واجب نہ ہو تو کم از کم مستحب ضرور ہے اور ہم بھی اسی قول کو اختیار کرتے ہیں۔

(تفسیر کبیر ص ۱۳۱۔ ج ۱۳)

(۲) صحیح مسلم رج ۲۷۰ میں ہے حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب قاری (امام) ﴿غیر المغضوب عليهم ولا الضالین﴾ کہے تو اس کے مقتدی آمین کہیں پس جس کی آمین آسمان والوں کی آمین کے موافق ہوئی اس کے

سابقہ گناہ بخش دیے جائیں گے۔ فرشتوں کی آمین آہستہ ہوتی ہے۔ کبھی کسی نے فرشتوں کی آمین کی گونج نہیں سنی موافق تبھی ہوگی کہ وقت تبھی ایک ہوا اور آہستہ کبھی جائے۔

(۳) ابو داؤد ج ۱۳۲ ترمذی ج ۱۴۹ حضرت سمرة بن جندب کی حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دو سکتے کرتے (یعنی دو جگہ پچھا آہستہ کہتے) ایک جب تکبیر تحریمہ کہتے (یہ سکتے اس لئے تھا کہ اس میں ہتھا پڑھتے) دوسرا جب «غیر المغضوب عليهم ولا الضالین» سے فارغ ہوتے (یہ دوسرے سکتے اس لیے تھا کہ اس میں آمین کہتے)

(۴) حضرت واکل بن حجر فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں نماز پڑھائی جب آپ «غیر المغضوب عليهم ولا الضالین» پڑھ چکے تو آمین کہا اور آمین میں اپنی آواز کو آہستہ کیا۔

(مند احمد ج ۲۳ ص ۳۱۶ دارقطنی ج ۱۴۹ ص ۳۳۲ مسند رک حاکم ج ۲ ص ۳۳۲ سنن بیهقی ج ۲ ص ۷۵ ترمذی ج ۱۴۹ ص ۵۸)

(۵) حضرت عمرؓ نے فرمایا امام چار چیزیں آہستہ کہے۔ اعوذ بالله، بسم الله، آمين اللهم ربنا لك الحمد۔ (کنز العمال ج ۲۸ ص ۲۷۲، البنا یہ ج ۱۴۹ ص ۶۲۰، مجلی ابن حزم ج ۲ ص ۲۰۹)

(۶) ابو واکلؓ کہتے ہیں حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ دونوں اعوذ باللہ اور آمین میں اوپنجی آواز نہیں کرتے تھے۔ (طحاوی شریف ج ۱۴۹ ص ۱۲۰، الجوہر لائقی ج ۱۴۹ ص ۳۸)

(۷) حضرت ابو واکلؓ کہتے ہیں حضرت علیؓ اور حضرت ابن مسعودؓ بسم اللہ، اعوذ باللہ، اور آمین میں اوپنجی آواز نہیں کرتے تھے۔ (معجم طبرانی ج ۹۹ ص ۲۶۳)

(۸) حضرت ابراهیم نجفی تابی کا فتویٰ یہ ہے پانچ چیزیں آہستہ کبھی جاتی ہیں۔ سبحانک اللہم، اعوذ بالله، بسم الله، آمين، ربنا لك الحمد۔

(مصطفی عبدالرزاق ج ۲ ص ۸۷، مصنف ابن الیثیب ج ۲ ص ۵۳۶)

فائدہ: سنی حضرات اور غیر مقلدین کے درمیان اصل اختلاف یہ ہے سنی حضرات کہتے ہیں کہ ان دلائل کی وجہ سے آمین بلند آواز سے کہنے کا طریقہ متروک ہو گیا جبکہ غیر مقلدین کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اخیر زندگی تک ہمیشہ آمین اوپنجی کبھی جاتی رہے۔ لہذا اصل جھگڑا دوام اور ترک کا ہے۔ تو غیر مقلدین کو چاہیے کہ وہ آمین بالجہر کے دوام پر دلیل پیش کریں۔

غیر مقلدین کا دعویٰ اور عمل

(۱) امام ہمیشہ فرضوں کی سترہ رکعتوں میں سے گیارہ رکعات میں آمین آہستہ کہتا ہے اور چھ رکعات یعنی دو مغرب و دو شاء و دو فجر میں ہمیشہ بلند آواز سے کہتا ہے۔

(۲) مقتدی ہمیشہ گیارہ رکعات میں آمین آہستہ اور چھ رکعات میں اگر مدرک ہو یعنی پوری نماز امام کے ساتھ پالے تو آمین بلند آواز سے کہتا ہے اور اگر مسبوق ہو تو آمین آہستہ کہتا ہے۔

(۳) منفرد تمام رکعات میں آمین آہستہ کہتا ہے۔

(۴) امام، مقتدی اور منفرد سنت و نفل میں ہمیشہ آمین آہستہ کہتے ہیں۔

(۵) آمین بلند آواز سے کہتے ہیں باقی اذکار یعنی شاء، تعوذ، تسمیہ، رکوع، وجود کی تسبیح، تشهد، درود شریف آہستہ کہتے ہیں۔

اگر غیر مقلدین اپنے اس عمل و دعویٰ پر صحیح صریح مرفوع متصل غیر معارض کوئی ایک حدیث پیش کر دیں جسمیں ان کے اس عمل پر دوام کی صراحة ہو اور اس حدیث کی صحت اور ہمارے پیش کردہ دلائل کا ضعف امتیوں کے اقوال و آراء کی تقلید کے بغیر ثابت کر دیں تو ہم ان کو ایک لاکھ روپیہ انعام دیں گے۔



رفع يدین پر دوام ہے یا ترک

سوال: کیا سنی حضرات کے پاس ترک رفع یدین کی کوئی دلیل ہے؟

جواب: دلائل تو بہت ہیں، ہم یہاں چند احادیث لکھتے ہیں۔

۱۔ عن عبد الله انه قال "آلا أصلى بكم صلوة رسول الله صلى الله عليه وسلم فَصَلَّى فَلَمْ يَرْفَعْ يَدِيهِ إِلَامَرَةً وَاحِدَةً". عبد الله بن مسعود نے فرمایا کیا میں تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز نہ پڑھ کر دکھاؤ؟ سو آپ نے نہ رفع یدین کیا مگر ایک مرتبہ (نسائی شریف ج ۱ ص ۱۶۱)

۲۔ عن عبد الله قال آلا أُخْبِرُكُمْ بِصَلَاةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَقَامَ فَرَفَعَ يَدِيهِ أَوَّلَ مَرَّةً ثُمَّ لَمْ يُعِدْ . عبد الله بن مسعود نے فرمایا کیا میں تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کی خبر دوں؟ سو کھڑے ہوئے پس پہلی مرتبہ رفع یدین کیا پھر دوبارہ نہ کیا۔ (نسائی شریف ص ۱۵۸ ج ۱)

۳۔ عن عبد الله قال آلا أُرِيكُمْ صَلَاةَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يَرْفَعْ يَدِيهِ إِلَامَرَةً" (مصنف ابن ابی شیبہ ص ۲۳۶ ج ۱) عبد الله بن مسعود نے فرمایا کیا میں تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز نہ دکھاؤ؟ پس آپ نے رفع یدین نہ کیا مگر ایک ہی مرتبہ۔

۴۔ عن ابن مسعود أنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ لَا يَرْفَعُ يَدِيهِ إِلَّا عِنْدَ افْتَاحِ الصَّلَاةِ وَلَا يَعُودُ لِشَيْءٍ مِنْ ذَالِكَ . (مصنف عبدالرازاق ج ۲ ص ۱۷) عبد الله بن مسعود سے روایت ہے کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رفع یدین نہ کرتے تھے مگر نماز شروع کرتے وقت اور دوبارہ رفع یدین نہ کرتے۔ ہماری یہ دلیل لا الہ الا اللہ کی طرح ہے کہ کوئی معبود نہیں مگر اللہ اسی طرح نہیں رفع یدین کرتے تھے مگر شروع میں پس سوائے شروع والے رفع یدین کے باقی رکوع و بجود والے رفع یدین کی نفی ہو گئی۔

۵۔ براء بن عازب سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب تکبیر کہتے تو ایک مرتبہ رفع یدین کرتے پھر اس نماز میں دوبارہ رفع یدین نہ کرتے۔

۶۔ جابر بن سمرة سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھتے یعنی نماز باجماعت تو ہم سلام کیوقت دونوں طرف ہاتھ کے ساتھ اشارہ کرتے رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم نے دیکھا تو فرمایا تم کیوں اشارہ کرتے ہو گویا کہ یہ ہاتھ سرکش گھوڑوں کی دمیں ہیں۔ (مسلم شریف ص ۱۸۱ ج ۱) پس جیسے قرآن نے ماں باپ کو اف کہنے سے منع کیا تو گالی دینا اور جوتے مارنا بطریق اولیٰ منع ہے اسی طرح جب نماز کے بالکل اخیر میں سلام کے وقت رفع یہ دین کرنا منع ہے تو نماز کے اندر رکوع کے وقت رفع یہ دین بطریق اولیٰ منع ہو گا۔

۷۔ جابر بن سمرة سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہماری طرف نکل کر آئے اور صحابہ کرام کو رفع یہ دین کرتے دیکھا (صحابہ کرام کی یہ انفرادی نمازوں تھی) تو فرمایا کیا وجہ ہے میں تمہیں رفع یہ دین کرتے دیکھ رہا ہوں گویا کہ سرکش گھوڑوں کی دمیں ہیں نماز میں سکون کرو۔ (مسلم شریف ص ۱۸۱ ج ۱)

۸۔ كَانَ أَصْحَابُ عَبْدِ اللَّهِ وَأَصْحَابُ عَلِيٍّ لَا يَرْفَعُونَ أَيْدِيهِمُ إِلَّا فِي افْتَاحِ الْصَّلَاةِ ثُمَّ لَا يَعُودُونَ۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲۶۷ ص ۲۶۷)

حضرت عبد اللہ بن مسعود اور حضرت علیؑ کے تمام شاگرد رفع یہ دین نہیں کرتے تھے مگر نماز کے شروع میں پھر دوبارہ نہیں کرتے تھے۔

۹۔ عَنْ مُجَاهِدِ قَالَ مَا رَأَيْتَ ابْنَ عُمَرَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ إِلَّا فِي أَوَّلِ مَا يَفْتَحُ۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲۶۸ ص ۲۶۸)

مجاہد تابعی فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کو نہیں دیکھا کہ وہ رفع یہ دین کرتے ہوں مگر نماز کے شروع میں۔

۱۰۔ عَنْ أَبْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَانَى بِقَوْمٍ يَأْتُونَ مَنْ بَعْدِيْ يَرْفَعُونَ أَيْدِيهِمُ فِي الصَّلَاةِ كَانَهَا أَذْنَابُ رَحِيلٍ شُمُسٍ۔ (الجامع اربع من مسندا امام الربيع ج ۲۵ ص ۲۵)

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا گویا میں ایک قوم دیکھ رہا ہوں جو میرے بعد آئے گی نماز میں اس طرح رفع یہ دین کرے گی گویا کہ ہاتھ سرکش گھوڑوں کی دمیں ہیں اس سے مراد یہ ہے کہ وہ لوگ رفع یہ دین کو ہی کل دین سمجھ لیں گے اور رفع یہ دین کی آخر میں خود گمراہ ہونگے۔ اور دوسروں کو گمراہ کر پیں گے۔ خود بد عقیدہ ہوں گے۔ اور دوسروں کو بد عقیدہ بنائیں گے۔ اس کا مصدق امام شافعی و احمد نہیں کہ وہ صحیح العقیدہ لوگ ہیں۔ عبد اللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جب ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ میں تھے تو نماز کے شروع میں اور نماز کے اندر رکوع کے وقت رفع یہ دین کرتے تھے پھر جب نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کی طرف

ہجرت کی تو نماز کے اندر رفع یہ دین چھوڑ دیا اور نماز کے شروع والا رفع یہ دین کرتے رہے۔
(اخبار الفقہاء والحمد شین ص ۲۱۳)

فائدہ: چونکہ تکمیر تحریک، قوت، عید دین والے رفع دین کے ساتھ ذکر یعنی اللہ اکبر کہا جاتا ہے اس لئے وہ باقی رکھا گیا اور جو رفع دین ذکر سے خالی تھے ان کو سرکش گھوڑوں کی دمیں فرمائی منع کر دیا گیا ہے اور یاد ربی السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ ذکر اللہ نہیں بلکہ کلام الناس ہے اسی لیے اس سے نماز فاسد ہو جاتی ہے۔

غیر مقلد دین کا دعویٰ اور عمل

۱۔ غیر مقلد دین چار رکعت نماز میں ۱۰ جگہ رفع دین کرتے ہیں پہلی اور تیسرا رکعت کے شروع میں ہر چار رکوع سے پہلے اور بعد۔

۲۔ ۱۸ جگہ رفع دین نہیں کرتے دوسری اور چوتھی رکعت کے شروع میں ۸ سجدوں میں سے ہر سجدہ سے پہلے اور بعد۔

۳۔ ۱۰ جگہ رفع دین فرض ہے اور ۱۸ جگہ رفع دین منع ہے۔

۴۔ غیر مقلد دین کا دعویٰ ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم اخیر زندگی تک ہمیشہ یہ عمل کرتے رہے یعنی ۱۰ جگہ رفع دین کرنا ۱۸ جگہ نہ کرنا۔

۵۔ رفع دین کے بغیر نماز باطل ہے۔

نوت ۱۔ اگر غیر مقلد دین اپنا یہ عمل و دعویٰ ایک قولی اور ایک فعلی صحیح صریح مرفوع متصل حدیث سے ثابت کر دیں اور حدیث کی صحت بھی امตیوں کے اقوال و آراء کی تقلید کئے بغیر مغضض اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت کر دیں۔ تو ہم ایک لاکھ روپیہ انعام دیں گے۔

نوت ۲: غیر مقلد دین اپنی اردو بخاری ج ۱ص ۳۶۸، باب ۳۷۲، حاشیہ ۲ کے مطابق عشرہ مبشرہ کی نام بنام رفع دین کی دس حدیثیں، اور پچاس صحابہؓ سے نام بنام پچاس حدیثیں جو رفضیوں کے قرآن کی طرح غار میں چھپی ہوئی ہیں تحریر کر دیں اور ان کی صحت امตیوں کے اقوال و آراء کی تقلید کے بغیر ثابت کر دیں ہم ایک لاکھ روپیہ انعام دیں گے۔

سوال: ترمذی ص ۵۹ ج ۱ میں ہے کہ متعدد صحابہ کرامؓ ترک رفع دین کے قائل تھے۔

سوال یہ ہے کہ ان کی نمازیں درست ہیں یا باطل؟ وہ بے نمازی تھے یا نمازی؟ وہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے مقیم ہوئے یا غیر مقیم؟ وہ اہل حق ہوئے یا اہل باطل؟ وہ جنتی ہوئے یا وہ دوزخی؟

سجدہ میں جانے کا طریقہ

سوال: سجدہ میں جانے کا سنت طریقہ کیا ہے؟

جواب: سجدہ کی طرف جانے کے متعلق دو حدیثیں ہیں۔ (۱) زمین پر پہلے گھٹنے رکھے جائیں، چنانچہ حضرت واہل بن حجر سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا جب آپ سجدہ کرتے تو اپنے گھٹنے (زمین پر) ہاتھوں سے پہلے رکھتے۔

(ابوداؤد ص ۱۲۲ ج ۱، ترمذی ص ۳۶ ج ۱، نساني ص ۱۶۵ ج ۱)

(۲) حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی سجدہ کرے تو اسے چاہئے کہ اپنے ہاتھ اپنے گھٹنوں سے پہلے رکھے، اور اونٹ کی طرح پہلے اپنے گھٹنے نہ رکھے (نساني ص ۱۶۵ ج ۱) چونکہ دونوں قسم کی حدیثوں میں تعارض ہے اس مسئلہ کے حل کیلئے آثار صحابہؓ کو بنیاد بنا لیا گیا ان کو بنیاد بنا کر امام اعظم ابو حنیفؓ نے اس مسئلہ کو یوں حل فرمایا کہ پہلے زمین پر گھٹنے رکھنا سنت ہے البتہ اگر کسی کو مجبوری ہو تو وہ اس کے بر عکس پہلے ہاتھ بھی زمین پر رکھ سکتا ہے جیسا کہ دوسری قسم کی حدیث میں ہے یا یہ حدیث منسوخ ہے چنانچہ حضرت سعد ابن ابی و قاصؓ فرماتے ہیں کہ ہم گھٹنوں سے پہلے ہاتھ رکھتے تھے پھر ہمیں حکم دیا گیا کہ ہم ہاتھوں سے پہلے گھٹنے رکھا کریں (صحیح ابن خزیم)

آثار صحابہؓ

۱۔ ابراہیم ظہیرؓ سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ اپنے گھٹنے ہاتھ سے پہلے رکھتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ص ۲۹۲ ج ۱)

۲۔ حضرت اسود تابعیؓ سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ سجدہ کرتے اپنے گھٹنوں پر۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ص ۲۹۲ ج ۱)

۳۔ حضرت نافع سے روایت ہے کہ حضرت ابن عمرؓ جب سجدہ کرتے تو اپنے گھٹنے اپنے ہاتھوں سے پہلے رکھتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ص ۲۹۵ ج ۱)

۴۔ ابو اسحاقؓ سے روایت ہے کہ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کے شاگرد جب سجدہ کی طرف جاتے ان کے گھٹنے ہاتھوں سے پہلے گرتے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ)

۵۔ حضرت ابراہیم نجعیؓ سے پوچھا گیا اس آدمی کے متعلق جو گھٹنوں سے پہلے ہاتھ رکھتا ہے تو فرمایا ایسا وہی کرتا ہے جو پاگل ہو۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ص ۲۹۵ ج ۱)

نوت: چونکہ غیر مقلدین کے نزد یک امتیوں کی تقلید شرک ہے دینی مسائل میں قیاس و رائے چلانا شیطان کا کام ہے اس لئے انکو چاہیے کہ وہ شرک و شیطانیت سے بچتے ہوئے صحیح صریح مرفوع متصل حدیث سے ہر دو حدیثوں کے بارے میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا واضح فیصلہ پیش کریں اور اس حدیث کی صحت امتیوں کے اقوال و آراء کی تقلید کے بغیر ثابت کریں اور ایک لاکھ روپے کا انعام حاصل کریں۔



جلسہ استراحت سنت ہے یا نہیں؟

سوال: پہلی اور تیسری رکعت کے سجدہ سے اٹھنے کا طریقہ کیا ہے؟

جواب: پہلی اور تیسری رکعت میں دوسرے سجدہ سے اٹھ کر سیدے کھڑے ہو جائیں۔ بیٹھنے نہیں۔ احادیث ملاحظہ فرمائیں۔

۱۔ حضرت ابو محمد الساعدیؓ کی حدیث میں ہے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تکبیر کہی پھر سجدہ کیا پھر تکبیر کہہ کر سیدھے کھڑے ہو گئے۔ اور بیٹھنے نہیں۔ (ابوداؤ و دص ۷۰ ج ۱)

۲۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں (سجدہ سے) اپنے پاؤں کے پیشوں کے بل کھڑے ہوتے تھے۔ امام ترمذی فرماتے ہیں کہ اہل علم کا عمل حضرات ابو ہریرہؓ کی حدیث پر ہے وہ اس بات کو پسند کرتے ہیں کہ آدمی (سجدہ سے دوسری اور تیسری رکعت کی طرف) اپنے پاؤں کے پیشوں کے بل کھڑا ہو (ترمذی ۶۵ ج ۱)

۳۔ حضرت ابو مالک الاشعربیؓ نے اپنی قوم کو نماز سکھائی اس میں ہے کہ آپ نے تکبیر کہی پھر سجدہ کیا پھر تکبیر کہہ کر سیدھے کھڑا ہو گئے۔ (مسند احمد ۳۲۳ ج ۵)

۴۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو نماز سکھائی اس میں فرمایا پھر تو اطمینان سے سجدہ کر پھر سجدہ سے اٹھ کر سیدھا کھڑا ہو جا۔ (بخاری ۹۸۶ ج ۲)

۵۔ جلیل القدر تابعی حضرت شعیؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ اور دیگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب نماز میں (سجدہ سے) اپنے قدموں کے پیشوں کے بل کھڑے ہوا کرتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۳۹۲ ج ۱)

۶۔ عبد اللہ بن زبیرؓ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کو بغور دیکھا میں نے دیکھا کہ آپ پہلی اور تیسری رکعت میں اپنے قدموں کے پیشوں کے بل کھڑے ہو جاتے ہیں اور بیٹھتے نہیں۔ (مجموع طبرانی کیمیر ص ۲۶۶ ج ۹، سنن کبریٰ بنیحقی ص ۱۲۵ ج ۲)

۷۔ حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ جب دوسری سجدہ کر لیتے تو اپنے پاؤں کے پیشوں کے بل جیسے ہوتے ویسے ہی کھڑے ہو جاتے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۳۹۲ ج ۱)

۸۔ حضرت عبد اللہ بن عمر نماز میں (سجدہ سے) اپنے قدموں کے پنجوں کے بل کھڑے ہوتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۹۲)

۹۔ امام اعمشؓ کہتے ہیں کہ میں نے عمارہ بن عمیر کو ابواب کندہ کی جانب نماز پڑھتے دیکھا۔ سو میں نے دیکھا کہ آپ نے رکوع کیا پھر سجدہ کیا جب آپ دوسرے سجدے سے اٹھے تو جیسے تھے ویسے ہی کھڑے ہوئے جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو میں نے اس کا تذکرہ کیا آپ نے فرمایا مجھ سے عبدالرحمن بن زید نے حدیث ابراہیم خنیؓ سے بیان کی انہوں نے فرمایا مجھ سے عبدالرحمن بن زید نے حدیث بیان کی ہے کہ انہوں نے حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کو دیکھا ہے کہ وہ نماز میں اپنے قدموں کے پنجوں کے بل کھڑے ہوتے ہیں۔ امام اعمشؓ کہتے ہیں میں نے یہ حدیث بیان کی ہے کہ انہوں نے حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کو ایسا کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ امام اعمشؓ کہتے ہیں پھر میں نے یہ حدیث خلیفہ بن عبدالرحمن سے بیان کی تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کو دیکھا کہ وہ اپنے قدموں کے پنجوں کے بل کھڑے ہوتے تھے۔ امام اعمشؓ کہتے ہیں میں نے یہ حدیث محمد عبد اللہ الثقفیؓ سے بیان کی تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے عبدالرحمن بن ابی لیلیؓ کو دیکھا ہے کہ وہ بھی اپنے پنجوں کے بل کھڑے ہوتے ہیں امام اعمشؓ کہتے ہیں میں نے یہ حدیث عطیہ عوییؓ سے بیان کی تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے حضرت عبد اللہ بن عمرؓ، عبد اللہ بن عباسؓ، حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ اور حضرت ابوسعید خدریؓ کو دیکھا ہے کہ وہ نماز میں اپنے پاؤں کے پنجوں کے بل کھڑے ہوتے تھے۔ (سنن کبریٰ یہقی ص ۱۲۵ ج ۱)

۱۰۔ حضرت نعیمان ابن ابی عیاشؓ فرماتے ہیں میں نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے بے شمار صحابہ کرامؓ کو پایا ہے کہ جب وہ دوسری اور تیسرا رکعت کے سجدہ سے اپنا سراٹھا تھا تو سیدھے کھڑے ہو جاتے تھے۔ اور بیٹھنے نہیں تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳۹۵ ج ۱)

۱۱۔ احادیث کے جامع اول امام زہریؓ فرماتے ہیں کہ ہمارے مشائخ مائل نہیں ہوتے تھے۔ یعنی جب کوئی ان میں سے پہلی اور تیسرا رکعت کے دوسرے سجدہ سے سراٹھا تا تو وہ ویسے ہی سیدھا کھڑا ہو جاتا تھا اور بیٹھتا نہ تھا۔ (۳۹۳ / ۱ / ۱)

فائدہ: اس کے برعکس بعض روایات میں دوسرے سجدہ کے بعد بیٹھنے پھر کھڑے ہونے کا ذکر بھی

آتا ہے چنانچہ حضرت مالک بن الحویرتؓ نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز پڑھکر دکھائی پس انہوں نے پہلی رکعت میں دوسرے سجدہ سے سراٹھایا تو پہلے بیٹھے گئے پھر کھڑے ہوئے (ابوداؤد اص ۱۲۲) حضرت مالک بن الحویرتؓ کی ایک اور روایت میں ہے انہوں نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ طاق رکعت (پہلی اور تیسرا رکعت) میں بیٹھے پھر کھڑے ہوئے (ابوداؤد ج اص ۱۲۲، ترمذی رج اص ۶۲ بخاری رج اص ۱۱۳) چونکہ پہلی قسم کی روایات اور دوسری قسم کی روایات میں میں تعارض ہے لہذا یہ مسئلہ اجتہادی بن گیا سواس مسئلہ کے حل میں ہم نے اپنے مجتہد امام اعظم ابوحنیفہؓ کے اجتہاد پر اعتماد کیا ہے اور ان کی اجتہادی رائے یہ ہے کہ دوسرے سجدہ سے سراٹھا کر سیدھا دوسری اور چوتھی رکعت کی طرف کھڑا ہو جانا سنت ہے البتہ مجبوری اور عذر ہو تو پھر پہلے پڑھکر کھڑے ہونے میں کوئی مضائقہ نہیں جیسا کہ دوسری قسم کی روایات میں ہے چنانچہ مشاہدہ بھی یہی ہے کہ بوڑھے، بیمار، متبدن لوگ ایسا ہی کرتے ہیں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا بیٹھ کر پھر انہنا اس زمانہ پر محبول ہے جب آپ متبدن ہو گئے تھے اور ضعف بھی آگیا تھا اس وقت آپ کا طریقہ اس عذر کی وجہ سے پہلے والے مسنون طریقہ سے مختلف ہو گیا تھا۔ اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے جو حضرت معاویہؓ سے ہے وہ فرماتے ہیں رسول اللہ نے فرمایا مجھ سے رکوع، سجود میں سبقت نہ کیا کرو۔

انی قد بدنت کیونکہ میں بھاری بدن والا ہو گیا ہوں۔ نیز بخاری رج اص ۱۱۳ پر حضرت مالک بن الحویرتؓ کی حدیث ہے اس سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ بقول ابی قلابةؓ حضرت مالک بن الحویرتؓ نے نماز رسول صلی اللہ علیہ وسلم پڑھ کر دکھائی تو اس میں وہ سجدہ سے اٹھکر تھوڑی دیر بیٹھے۔ پس انہوں نے نماز پڑھی ہمارے بوڑھے عمر و بن سلمہؓ کی طرح حضرت ایوب سختیاً فرماتے ہیں عمر و بن سلمہ نماز میں ایک ایسی چیز کرتے کہ میں نے دوسرے حضرات کو اس طرح کرتے تھے نہیں دیکھا وہ تیسرا رکعت کے اخیر میں یا چوتھی رکعت کے شروع میں بیٹھتے تھے پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ بیٹھنا بوجہ عذر تھا نہ بطور سنت و شرعی حکم اور حضرت مالک بن الحویرتؓ نے اسی نماز کا نقشہ پیش کیا۔ نوٹ: اس مسئلہ میں احادیث متضاد ہیں چونکہ غیر مقلدین کے نزدیک امتیوں کی تقلید شرک اور دین میں رائے و قیاس شیطانی فعل ہے۔ اس لیے وہ اس شرک اور شیطنت سے بچتے ہوئے صرف اور صرف ایک صحیح

صریح مرفوع متصل حدیث پیش کریں۔ جس میں ان روایات کے بارے میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا صریح فیصلہ ہو اور اس حدیث کی صحت اور ہماری پیش کردہ احادیث کا ضعف امتیوں کے اقوال و آراء کی تقلید کے بغیر ثابت کر دیں تو ہم ایک لاکھ روپیہ انعام دیں گے۔

خالد گرجا کھی صاحب کا جھوٹ

غیر مقلدین کے غالم جناب خالد گرجا کھی صاحب نے لکھا ہے بعض لوگ جلسہ استراحت کے قابل نہیں ہیں حالانکہ یہ سنت ثابتہ ہے فقه حنفی میں اس کا سنت ہونا موجود ہے۔
(ہدایہ جاص ۳۸۲، صلوٰۃ النبی ص ۱۷۲)

اگر غیر مقلدین ہدایہ میں جلسہ استراحت کا سنت ثابتہ ہونا دکھادیں اور ہدایہ کی عربی عبارت تحریر کر دیں تو ہم ایک لاکھ روپیہ انعام دیں گے۔ لوگو! کب تک قرآن و حدیث کے نام پر دھوکہ کھاتے رہو گے؟



مسجد سے زمین پر ٹیک لگائے بغیر اٹھنا سنت ہے

سوال: مسجد سے اٹھتے وقت ہاتھوں کے ساتھ زمین پر ٹیک لگانا کیسے ہے؟

جواب: بغیر ٹیک لگائے اٹھنا سنت ہے ٹیک لگا کر اٹھنا خلاف سنت ہے ثبوت یہ ہے۔

۱۔ حضرت نافع حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں دونوں ہاتھوں کو زمین پر ٹیک لگانے سے منع فرمایا ہے۔
(ابوداؤ دص ۱۳۲ ج ۱)

۲۔ حضرت واہل بن حجر تقریباً ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب آپ مسجد سے کھڑے ہوتے تو پہلے ہاتھ اٹھاتے پھر گھٹئے۔
(ابوداؤ دج اص ۱۲۲ ترمذی ص ۳۲ ج انسانی ص ۱۶۵ ج ۱)

۳۔ حضرت واہل بن حجرؓ سے روایت ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم جب اٹھے تو اٹھے اپنے گھٹنوں کے بل پر اپنی رانوں پر سہارا لیا۔ (ابوداؤ دج اص ۱۲۲)

فائدہ: بعض حدیثوں سے زمین پر نیک لگا کر انہنا بھی ثابت ہے۔ چنانچہ امام بخاری نے صحیح بخاری میں باب قائم کیا ہے کیف یَعْتَمِدُ عَلَى الْأَرْضِ إِذَا قَامَ مِنَ الرُّكُعَةِ یعنی اس بات کا بیان کہ جب نمازی رکعت سے کھڑا ہو گا تو کیسے زمین پر نیک لگائے گا اور آگے حدیث نقل کی کہ حضرت ابو قلابہؓ کہتے ہیں کہ حضرت مالک بن الحویرثؓ ہماری اس مسجد میں آئے پس ہمیں نماز پڑھائی پھر فرمایا میں نے تمہیں نماز پڑھائی ہے لیکن میرا مقصود نماز نہیں بلکہ یہ مقصود تھا کہ میں نے جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھتے دیکھاویے تمہیں دکھاؤں۔ ایوب سختیانیؓ کہتے ہیں میں نے حضرت ابو قلابہ سے پوچھا ان کی نماز کیسے تھی ابو قلابہ نے کہا ہمارے اس بوڑھے عمر و بن سلمہ کی نماز کی مانند حضرت ایوب سختیانیؓ فرماتے ہیں یہ شیخ جب دوسرا سجدہ سے سر اٹھاتے تو بیٹھ جاتے اور زمین پر سہارا لگا کر پھر کھڑے ہوتے جب دونوں قسم کی روایات میں تعارض ہوا تو اب آثار صحابہ و تابعین سے رہنمائی لیجائیگی۔ اور ان آثار کی روشنی میں ان احادیث کی تشریع و توضیح کی جائے گی۔ چند آثار یہ ہیں:

۱۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں فرض نماز میں سنت یہ ہے کہ جب آدمی پہلی دور رکعتوں میں کھڑا ہو تو اپنے دونوں ہاتھوں کے ساتھ زمین پر نیک نہ لگائے مگر یہ کہ کوئی بہت بوڑھا ہو جو طاقت نہیں رکھتا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ص ۳۳۲)

۲۔ محمد بن سیرینؓ (سجدہ سے اٹھتے وقت) نیک لگانے کو ناپسند کرتے تھے۔

۳۔ ابراہیم خنیؓ اس کو مکروہ سمجھتے مگر یہ کہ بہت بوڑھا یا مریض ہو۔ ان آثار سے مسئلہ حل ہو گیا کہ سنت طریقہ یہ ہے کہ زمین پر نیک لگائے بغیر کھڑا ہو جائے۔ البتہ اگر مجبوری ہو مثلاً بیمار، بوڑھا، بھاری بدن کا آدمی جسکو بغیر نیک لگانے کے کھڑے ہونے میں مشقت ہو تو ایسے لوگ نیک لگاسکتے ہیں۔

نوٹ: دونوں قسم کی روایات میں تعارض و تضاد ہے چونکہ غیر مقلدین کے نزدیک امتی کی تقلید شرک اور بغیر وحی کے پیغمبر کی بات بھی ان کے نزدیک جنت نہیں تو کسی امتی کی رائے کیا حیثیت رکھتی ہے اس لیے وہ ان متفاہ روایات کا فیصلہ اور اس مسئلہ کا حل حدیث صحیح صریح مرفوع متصل میں دکھاویں اور اس حدیث کی صحت اور ہماری پیش کردہ احادیث کا ضعف امتنیوں کے اقوال و آراء کی تقلید کئے بغیر ثابت کر دیں۔ تو ہم ایک لاکھ روپیہ انعام دیں گے۔



التحیات میں بیٹھنے کا سنت طریقہ

سوال۔ التحیات میں بیٹھنے کا سنت طریقہ کیا ہے؟

جواب۔ درمیان والا قعدہ ہو یا آخری دونوں میں بیٹھنے کا سنت طریقہ یہ ہے کہ دایاں پاؤں کھڑا رکھنا اور بایاں پاؤں بچھا کر اس پر بیٹھنا۔ ثبوت یہ ہیں۔

۱۔ حضرت وائل بن حجرؓ فرماتے ہیں کہ میں مدینہ آیا تو میں نے (جی میں) کہا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز ضرور دیکھوں گا۔ سو جب آپ تشهد کے لئے بیٹھنے تو اپنا بایاں پاؤں بچھایا اور بایاں ہاتھ اپنی بائیں ران پر رکھا اور دایاں پاؤں کھڑا رکھا۔ امام ترمذیؓ فرماتے ہیں یہ حدیث حسن صحیح ہے اور اکثر اہل علم کا عمل اسی پر ہے۔

(ترمذی ۶۵ ج ۱)

۲۔ حضرت عبد اللہ اپنے والد حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا نماز سنت میں سے ہے کہ (تشهد میں) دایا پاؤں کھڑا کر کے اس کی انگلیاں قبل درخ رکھی جائیں اور بائیں پاؤں پر بیٹھا جائے (سنن نسائی ج ۱۳۰ ص)

۳۔ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا بایاں پاؤں بچھاتے اور دایاں پاؤں کھڑا رکھتے۔ (مسلم ۱۹۳ ج ۱)

۴۔ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (التحیات میں) اکثر دوں بیٹھنے سے اور تو رک (یعنی دونوں پاؤں یا ایک پاؤں باہمیں طرف نکال کر کوٹھے پر بیٹھنے) سے منع فرمایا۔ (سنن کبریٰ نیہوقی ج ۲ ص ۱۲۰)

۵۔ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (التحیات) میں اکثر دوں بیٹھنے سے اور تو رک کرنے سے یعنی ایک پاؤں یا دونوں پاؤں دوائیں طرف نکال کر کوٹھے پر بیٹھنے سے منع فرمایا (مجموع الزوار و الدنج ج ۲ ص ۸۶)

۶۔ حضرت سمرہؓ سے روایت کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اکثر دوں بیٹھنے اور تو رک کرنے

سے منع فرمایا۔ (۱۱۱ ص ۸۶ ج ۲)

فائدہ: بخاری ابو داؤد، ترمذی ابن ماجہ حضرت ابو حمید الساعدی کی روایت ہے اس میں التحیات کے اندر بحالت توزک بیٹھنا ثابت ہے جس پر دس صحابہ کرامؐ نے شہادت دی۔ چونکہ التحیات میں بیٹھنے کی کیفیت کے بارہ میں احادیث متعارض ہیں اس لیے ان احادیث کو اور اس مسئلہ کو آثار صحابہ و تابعین کی بہنمائی میں حل کیا جائیگا۔ چند آثار صحابہؓ یہ ہیں حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں نماز کی سنت یہ ہے کہ بائیں پاؤں کو بچھائے اور دائیں پاؤں کو کھڑا رکھے (مصنف ابن ابی شیبہ ۳۱۸) اور حضرت عبد اللہ بن عباسؓ نے فرمایا: سنت یہ ہے کہ آپ نماز میں اپنی دونوں سرینوں کو اپنی ایڑیوں پر رکھ لیں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۳۱۹) حضرت کعبؓ فرماتے ہیں التحیات میں اپنے بائیں پاؤں کو بچھا کہ اس سے تیری نماز درست اور کمر سیدھی رہے گی (۱۱۱ ص ۳۱۶ ج ۱)۔ معلوم ہوا کہ التحیات میں بیٹھنے کا سنت طریقہ یہی ہے کہ دائیں پاؤں کو کھڑا رکھا جائے اور بائیں پاؤں کو بچھا دیا جائے۔ اور توزک والی روایات حالت عذر پر محمول ہیں۔ ممکن ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی عذر کی وجہ سے اس طرح بیٹھے ہوں اور ظاہر ہے کہ مجبوری اور عذر کی حالت میں کوئی طریقہ متعین نہیں رہتا نمازی کے لئے جس طرح عذر کی حالت میں بیٹھنا ممکن ہو وہ اسی طرح بیٹھے چنانچہ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کے متعلق بخاری صفحہ ۱۱۲ ج ۱ پر ہے کہ ان کو ان کے فرزند عبد اللہ نے دیکھا کہ وہ نماز میں چوکڑی مار کر بیٹھتے ہیں تو عبد اللہ کہتے ہیں کہ ان کو دیکھ کر میں بھی اسی طرح بیٹھ گیا اور اس وقت میں نو عمر تھا پس میرے والد عبد اللہ بن عمرؓ نے منع فرمایا اور فرمایا انماضۃ الصلوۃ ان تنصبِ رجلکَ اليمنى و تثنیَ اليسرى (بیٹا) صرف اور صرف سنت یہ ہے کہ تو اپنے دائیں پاؤں کو کھڑا رکھا اور بائیں پاؤں کو موز کر رکھ میں نے کہا (ابا جی) آپ تو چوکڑی مار کر بیٹھتے ہیں حضرت عبد اللہ بن عمرؓ نے جواب دیا کہ میرے پاؤں میرا بوجہ نہیں اٹھا سکتے یعنی یہ عذر کی وجہ سے ہے۔

نوٹ: ہم غیر مقلدین سے گذارش کرتے ہیں کہ وہ اپنے ہر سہ اصولوں کی پابندی کرتے

اغراض و مقاصد

اتحاد اہلسنت والجماعت پاکستان

- ⑤ فقهاء احناف کی نشريجات کے مطابق قرآن و سنت کی تعلیمات کو عام کرنا۔
- ⑥ اہل السنّت والجماعت کے عقائد اور مسائل کی اشاعت کرنا۔
- ⑦ امت مسلمہ سے فرقہ واریت کو ختم کرنا اور اس کو متحدہ رکھنے کیلئے اکابرین امت پر اعتماد کی فضاء قائم کرنا۔
- ⑧ تمام شعبہ ہائے زندگی میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کو زندہ کرنا اور جاری و ساری رکھنا۔
- ⑨ پاکستان کے انتظام اور سلیمانیت اور قومی تجھیقی کیلئے بھرپور کوشش کرنا۔

اتحاد اہلسنت والجماعت

کی مطبوعہ کتب، پیغامبڑ اور رسائل حاصل کرنے کے لیے رابطہ فرمائیں۔

جامعہ حقوقیہ للبنات، چونگی امر سدھو، لاہور۔

مرکز اہل السنّت والجماعت 87-جنوبی چھاؤنی، لاہور روڈ، سرگودھا۔

فون: 048-3881487

0322-4003250, 0300-4677615,